دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماهنامہ نقوش اسلام

VOL.No.10 | اکتوبر ۲۰۱۵ء (October2015) محرم الحرام ۱۴۳۶ھ | Issue.No.8

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعیدالرحمٰن اعظمی ندوی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب، مولانا حسن مرچی، مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیرنگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی
مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی
مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA. Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
www. nuqoosheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ.................... ۲۰ روپئے
سالانہ...................... ۲۴۰ روپئے
خصوصی...... ...... ۵۰۰۰ روپئے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۵۰ ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
Mob: 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTEDAT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

Files\A025.TIF not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
مسلم عوام اپنے علماء سے تعلق مضبوط کریں!	محمد مسعود عزیزی ندوی	
دعوت دین		۵
ہمیں اپنا سسٹم بدلنا ہوگا	مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ	
فکروعمل		۱۶
اسلامی نظام کی برکات واہمیت	مولانا محمد عاشق الٰہی، برنی	
رہنمائے طلبہ		۱۸
طلبہ تحریک کے میدان	ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی	
جائزہ		۲۲
اپنے ایمان کی حفاظت کرو!	مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی	
سفرنامہ		۲۷
بزرگوں کی چند بستیوں میں حاضری	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
ترغیب وترھیب		۲۹
جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا	محمد مسعود عزیزی ندوی	
گردش ایام		۳۳
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری	مولانا شمس تبریز قاسمی	
راہ ھدایت		۳۸
گناہوں سے بچنے......کی روشنی میں	مولانا محمد رضوان ندوی	
تجزیہ		۴۰
ہٹلر کی خودکشی......مظلوم کی فلک دوز آہیں	مولانا فتح محمد ندوی، دہلی	
خوش نصیب		۴۲
سات قسم کے لوگ عرش کے سائے میں	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
احوال وکوائف		۴۷
مولانا سید بلال حسنی ندوی کی مرکز میں حاضری	حافظ عبدالستار عزیزی	
اپیل		۴۸
برائے تعمیر جدید مطبخ مرکز احیاء الفکر الاسلامی	(ادارہ)	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی	// // //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی	// // //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
¼ صفحہ //		۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۲۴۰ روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

مسلم عوام اپنے علماء سے تعلق مضبوط کریں!

محمد مسعود عزیزی ندوی

بہت دن پہلے کی بات ہے راقم ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا، ان کے پاس جو بھی آدمی آتا وہ تعویذ طلب کرتا، اس بات پر وہ بزرگ آگ بگولہ ہوتے کہ کوئی بھی دین کی بات معلوم کرنے کے لئے نہیں آتا، ہر ایک دنیاوی مسئلہ لیکر آتا ہے، ابھی ماضی قریب میں ایک عالم دین کی مجلس میں یہی بات سامنے آئی کہ کوئی بھی آدمی آکر نہ مسئلہ پوچھتا ہے، نہ نماز، روزے کے بارے میں پوچھتا ہے، نہ گناہ سے بچنے کا طریقہ معلوم کرتا ہے، ہر ایک دنیا کے بارے میں بات کرتا ہے، یہ بات دیکھ کر راقم کی طبیعت پر بھی کئی روز تک یہی اثر رہا، کہ واقعی بات تو صحیح ہے، کوئی بھی آدمی آکر کوئی دین کا مسئلہ نہیں پوچھتا، کسی کو بھی اپنی نماز کی صحت کی اور اپنی دینی زندگی کی صحت کی فکر نہیں، کیا ہوگیا عوام کو؟ کیا ان کو سب مسائل معلوم ہیں، یا ان کی طبیعت میں سے دینی مسائل معلوم کرنے کا اور پوچھنے کا جذبہ اور احساس ختم ہوگیا ہے، یہ اس طرح کی باتیں ذہن ودماغ پر اثر کرتی رہیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس گئے گزرے دور میں بھی امت کا سواد اعظم اپنے دینی مسائل میں علماء ہی کی رہنمائی چاہتا ہے، اس لئے دینی مسائل کے سلسلہ میں امت کا رجوع علماء کی طرف ہی ہوتا ہے، اس نقطے کو اغیار نے بھی سمجھ لیا ہے، کہ امت مسلمہ کو اگر تباہ کرنا ہے اور اس کو کھڈے میں ڈالنا ہے تو اس امت کا رشتہ علماء سے کمزور کردیا جائے، اس لئے انہوں نے یہ طریقہ نکالا کہ غیر شعوری طور پر امت مسلمہ کو اپنے علماء سے کاٹ دیا جائے اور ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ عوام علماء سے بدظن ہوجائے، ان پر طعن وتشنیع کرنے لگے، ان کو برا بھلا کہنے لگے، ان کو نادان، ناسمجھ اور امت کے ترقی نہ کرنے کا مورد الزام ٹھہرایا جانے لگے۔

ظاہر ہے ان باتوں کے نتائج میں سادہ لوح مسلمان بھی علماء سے بدظنی کرنے لگ جاتے ہیں، اور ان کو مافوق البشر سمجھ کر ان کی غلطیوں کو اپنا موضوع سخن بنالیتے ہیں، اور ان کی غیبت، برائی میں وقت ضائع کرتے ہیں، اور بعض مرتبہ تو اللہ معاف کرے بعض دین دار نمازی، حاجی اور تبلیغی جو اپنا تھوڑا سا وقت تبلیغ میں لگالیتے ہیں وہ علماء کو حمقاء سمجھنے لگتے ہیں، پھر چونکہ اکثر علماء اس دور میں مدارس میں تعلیم وتعلم اور درس وتدریس میں مصروف ہیں، اور ان کی زندگی کا زیادہ تر وقت مدارس میں ہی گزرتا ہے، اس لئے عوام مدارس کو بھی اپنی ہوس کا شکار بناتے ہیں، ان پر زبانی آرے چلاتے ہیں، بعض کو مدارس کی تعمیر وترقی برداشت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے کبھی وہ مدرسے کو اور کبھی اہل مدرسے کو نشانہ بناتے ہیں، ابھی ایک جگہ ایک بڑے مدرسے کے ذمہ دار عالم دین کے سلسلہ میں ایک تبلیغی جماعت کے امیر نے ایسی نازیبا حرکت کی کہ ''الامان والحفیظ'' ناشائستہ باتیں ان کے سلسلہ میں پھیلائیں اور عوام کو اپنے دینی لبادے اور جماعت کے امیر ہونے کی آڑ میں بدظن کرنے

کی اور مدرسے کو ہڑپنے کی ناپاک کوشش کی، جس کی سزا اللہ تعالی اس کو دنیا ہی میں دے گا، ایک جگہ بڑے قدیم ادارے کی دکانوں میں ایک تبلیغی کرایہ دار نے مدرسہ کے ذمہ دار کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ یہاں دہشت گرد اور طالبان پڑھتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ ہی سمجھنے والا ہے۔

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب پیغمبر اور نبی تو آئیں گے نہیں، انبیاء کے وارث علماء دین ہی ہیں، اور سیدھی سادھی زبان میں یہ علماء ہی اس سرزمین پر اللہ کے نمائندے ہیں، ان کے ساتھ جو چھیڑ چھاڑ کرے گا، ان کی جو بھی توہین یا تضلیل کرنا چاہے گا، اللہ تعالی اس کو پکڑ لیں گے، اور سزا دیں گے، اس لئے عوام کو اپنے علماء کا احترام کرنا چاہئے، ان سے مضبوط رابطہ قائم کرنا چاہئے، زندگی کے تمام مسائل میں ان سے رجوع کرنا چاہئے، اور ان پر اعتماد کرنا چاہئے، یہ بھی بشر ہیں، پیغمبر نہیں، پیغمبر معصوم ہوتا ہے، پیغمبر کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہوتا، البتہ اللہ جس کو چاہے محفوظ رکھتا ہے، تو اگر عوام کو علماء کی کوئی کوتاہی یا خامی نظر آئے تو اس کی تاویل کرنی چاہئے، اس لئے کہ وہ معصوم تو ہیں نہیں، غلطی ہو سکتی ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کو ہوا دیں، بدنام کریں، ان کی توہین کریں، اور حقیر سمجھیں۔

ابھی ایک ہفتہ قبل راقم دہلی سے آ رہا تھا، دیوبند میں مغرب کی نماز کیلئے لب سڑک ایک مسجد کے پاس رکا، وضو تھی نماز پڑھ لی، اس کے بعد ضرورت سے فارغ ہوا، مسجد سے باہر ایک سلیپ بنا ہوا تھا، اور وہاں ٹوٹیاں لگی ہوئی تھیں، میں جلدی سے آیا اور بے خیالی میں جوتے سمیت اس سلیپ پر چڑھ گیا اور ہاتھ پیر دھونے لگا، اتنے میں دیکھا کہ پیچھے ایک نوجوان موٹر سائیکل پر کھڑا ہوا ہے، اس نے نصیحت کرنی شروع کر دی کہ یہ وضو خانہ ہے، اس پر جوتے لیکر نہ چڑھنا چاہئے، آپ مسلمان ہیں، میں نے اس کو لاکھ بتلانا چاہا کہ بھائی بے خیالی میں ایسا ہوا، یہ مسئلہ ہم ہی جیسے کسی مولانا، ملا، حافظ، قاری نے آپ کو بتلایا ہوگا، یا آپ نے کسی کتاب میں پڑھا ہوگا، مگر وہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوا کہ نہیں مجھے کسی نے نہیں بتلایا، نہ میں نے کہیں پڑھا ہے، ایسا لگ رہا تھا کہ اس کو آج نصیحت کا خوب موقع مل گیا ہو، اخیر میں اس کو بتلایا کہ بھائی نماز میں بھی تو غلطی ہو جاتی ہے، تب وہ گیا، ایک مرتبہ ایک جگہ نماز میں موبائل بند کرنا بھول گیا، اتفاق سے نماز ہی میں کسی کا فون آ گیا، گھنٹی بجتی رہی، نماز سے فراغت کے بعد ایک صاحب جلدی سے بھاگے آئے اور نصیحت کرنے لگے، ان کو بتلایا کہ بھائی ہم تو اس کا اعلان کرتے ہیں اور لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ نماز میں فون بند کر لیا کریں، مگر اس کو تو جیسا کہ آج موقع ہی ملا تھا نصیحت کرنے کا، ایسے ہی ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ مولوی ملا جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد دو دو چار رکعت پڑھ کر نکل جاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ ان کو سمجھایا، اور حسن ظن کی تلقین کی، تو آج کل عوام کی یہ حالت ہے، وہ یہ نہیں دیکھتی کہ جن صاحب سے غلطی ہوئی، یا جن کے سلسلہ میں زبان کھول رہے ہیں وہ خود جانکار ہے، بے خیالی میں سب سے غلطی ہو سکتی ہے، مگر عوام بے چاری توہین پر آ جاتی ہے، کیونکہ ان کی معلومات محدود ہوتی ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر عالم دین پوری رات سوئے اور ایک عام آدمی پوری رات عبادت کرے، تو بھی عالم ہی کو فضیلت حاصل ہوگی، اس لئے عوام کی کامیابی علماء سے ربط و تعلق ہی میں مضمر ہے، علماء سے تعلق قائم کریں، ان سے فائدہ اٹھائیں، مسائل معلوم کریں، زندگی کے سنہرے اصول سیکھیں، ان کی خدمت، عزت و احترام کو اپنے اوپر لازم سمجھیں، ان پر اعتراضات نہ کریں، ان سے بدظنی نہ کریں، عوام یہ جان لے کہ علماء سے الگ ہو کر، ان سے بے تعلقی کر کے، ان کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر آپ کی نیا پار نہیں لگے گی۔

دعوتِ دین

ہمیں اپنا سسٹم بدلنا ہوگا

یہ مضمون دراصل حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کا بیان ہے، جو مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن سمریانواں بازار، ضلع سنت کبیر نگر میں منعقدہ ۲۴؍۲۵؍اپریل ۲۰۰۸ء کو جلسہ دستار بندی کے موقعہ پر ہوا، جس کو مولانا محمد رضوان ندوی اور مولانا غفران احمد ندوی نے قلم بند کیا تھا، اس کی اہمیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

ہمارے جلسے سنت کے مطابق نہیں ہیں:

آج کل ہم اور آپ ایسے حالات سے گزر رہے ہیں جس پر افسوس کرنیوالے افسوس کرتے ہیں اور کہنے والے کہتے ہیں، بتانے والے بتاتے ہیں اور سننے والے سنتے ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلی شاید ہمارے یہاں آنے والی نہیں ہے، یوں تو اللہ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، لیکن کچھ ایسے ہیں جن سے کوئی امید نہیں کی جاسکتی اور اسکے بہت سے اسباب ہیں، ان اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم سارے کے سارے اللہ کے رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹتے جارہے ہیں، یہاں تک کہ ہمارے جلسے بھی سنت کے مطابق نہیں ہیں، جہاں تک عشاء کے بعد جلسوں کا تعلق ہے ابھی تک تو مجھے کسی حدیث میں ملا نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی عشاء کے بعد تقریر کی ہو، گفتگو تو اپنی ازواج مطہرات سے ثابت ہے، لیکن باقاعدہ تقریر کا ثبوت کہیں نہیں ملا، اگر کسی کو ملا ہو تو بتائے، ہاں فجر کے بعد، ظہر کے بعد اور مغرب کے بعد بھی مل جاتا ہے، لیکن عشاء کے بعد اب تک ملا نہیں، بلکہ عشاء کے بعد تو منع ہے کہ عشاء کے بعد گفتگو نہیں ہونی چاہیے اور عشاء کے بعد آدمی کو جلد سو جانا چاہئے، تاکہ جلدی اٹھ سکے، لیکن زمانے کا جو انقلاب ہے، اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے دن کو رات بنالیا اور رات کو دن بنالیا، رات کو دیر تک جاگتے ہیں اور جاگنے کے وقت سوتے ہیں اور اس کے جو اثرات صحت پر پڑتے ہیں وہ تو اپنی جگہ پر، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی جو سزا ہے وہ الگ ملتی ہے، اور اسکے بعد صبح کے وظائف میں جو سب سے اہم وظیفہ نماز ہے اکثر کی قضاء ہوتی ہے، یا کم سے کم جماعت چھوٹ جاتی ہے، اور اگر نماز پڑھا بھی تو نیند کی حالت میں پڑھا، کسی طرح پڑھ پڑھا کے پھر سو گئے، پھر سارا سسٹم بدل گیا اور یہی نہیں کہ بدل گیا بلکہ الٹا ہوگیا، اور ظاہر ہے جب سسٹم ہی الٹا ہو جائے گا تو اس کے اثرات کہاں پڑیں گے، دیکھنے میں سارا کام ہو رہا ہے، لیکن کچھ اثر نہیں پڑ رہا ہے، یہ سوچنے کی بات ہے، سسٹم جب تک صحیح نہیں کیا جائے گا، تب تک اس کے اثرات اور فوائد مرتب نہیں ہونگے۔

پر الٹے لگے ہیں:

لکھنؤ میں ہماری ایک چھوٹی سی دوکان بھی ہے، بہت پرانی، عرصہ کی بات ہے کہ ایک دن میں دوکان میں بیٹھا ہوا تھا، پنکھا بہت تیز چل رہا تھا، ہوا نہیں لگ رہی تھی، ہمارے سامنے الیکٹریشین کی کئی دوکانیں ہیں، میں نے ایک کو ان میں سے بلایا اور کہا دیکھو پنکھا چل تو بہت تیز رہا ہے لیکن ہوا نہیں لگ رہی ہے، اس نے کھڑے ہوکر جب دیکھا تو کہنے لگا کہ پر الٹے لگے ہیں، کسی اناڑی نے پر الٹے لگا دئے ہیں، تو اس کے پر سیدھے کر دیئے، ہوا لگنے لگی، تو دیکھئے پنکھا چل تو بہت تیز رہا تھا ہوا نہیں لگ رہی تھی، اس وقت بھی ہمارا معاملہ بالکل ایسا ہی ہے، دیکھنے میں تو جلسے ہو رہے ہیں، بھیڑ جمع ہو رہی ہے، تقریر بھی ہو رہی ہے، تحریریں بھی سامنے آرہی ہیں، سننے والے سن بھی رہے ہیں، پڑھنے والے پڑھ بھی رہے ہیں، غرضیکہ پنکھا بہت زور سے چل رہا ہے لیکن ہوا کسی کو نہیں لگ رہی ہے، بلکہ پسینہ الٹا بہہ رہا ہے اور پریشانی

سب کو محسوس ہو رہی ہے، اگر ہمارے پر صحیح ہوتے تو آپس کی لڑائی نہ ہوتی، آپس کی چپقلش نہ ہوتی اور ہمارے گھروں میں کھٹ پٹ نہ ہوتی، ہمارے بیٹے ہمارے نافرمان نہ ہوتے، ہماری بیویاں ہمارے خلاف نہ ہوتیں، ہمارے محلّہ والے ہم سے ناراض نہ ہوتے، ہمارے برادران وطن ہم سے روٹھے نہ ہوتے، یہ ساری باتیں ہم کو بتا رہی ہیں کہ معاملہ کچھ خراب ہے۔

سسٹم خراب ہے:

اب معاملہ جلسوں سے نہیں ہوگا، تقریروں سے نہیں ہوگا، سسٹم جب تک نہیں بدلے گا ہمارے اندر وہ باتیں نہیں پیدا ہوں گی، جس کے لیے آج ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس سے ہو جائے گا، اس لئے کہ اس میں پہلے ہی سسٹم خراب ہے کہ خلاف سنت ہے، عشاء کے بعد جب تقریر ثابت نہیں ہے تو پھر تقریروں کی محفلیں سجانا اور اس میں بیٹھنا یہ کس حد تک درست ہوگا، ہاں اگر اس کو ہمارے فقہاء اجازت دے بھی دیں تو بس اجازت اجازت کی حد تک محدود ہوگی، سنت نہیں بن سکتی، تو ٹھیک ہے اگر کوئی ضروری کام ہو تو کر لیا جائے، لیکن اگر ضروری نہ ہو تو کیوں کیا جائے، میں یہ نہیں کہتا کہ ضروری نہیں ہے، ضروری نہ ہوتا تو کیوں کیا جاتا، میں فیصلہ نہیں کر رہا ہوں، مفتی بھی نہیں ہوں، میں فتوی نہیں دیتا، لیکن ایک بات ضرور عرض کر رہا ہوں کہ حالات بدل کیوں نہیں رہے ہیں، تو اصل بات یہ ہے کہ ہمارا سسٹم بدل گیا اور جب تک سسٹم درست نہیں ہوگا اس وقت تک ہم اپنے کو ٹھیک نہیں کر سکتے اور اسی وجہ سے جب سسٹم بگڑ جاتا ہے تو آدمی انفٹ ہو جاتا ہے اور جب انفٹ ہو جاتا ہے تو کوئی کام صحیح نہیں ہوتا۔

نماز سے سارے سسٹم ٹھیک ہوجاتے ہیں:

اس پر ایک لطیفہ یاد آیا ابھی چند روز پہلے کی بات ہے، ہمارے ایک دوست بالکل نو جوان نو مسلم آئے، ابھی نیا نیا انھوں نے اسلام قبول کیا تھا، ہمارے پاس ایک اور نو مسلم دوست ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہوئے تھے، ان سے وہ بات کرنے لگے، تو انھوں نے ان سے یہ کہا کہ آپ مسلمان ہیں، پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں، تو پانچ وقت کی نماز میں اتنا وقت ضائع ہوتا ہے، تو آپ ملک کی خدمت کیسے کریں گے، بہت سے سوالات انھوں نے کئے تھے، ایک سوال انھوں نے یہ بھی کیا کہ ہمارے آفس میں کام کرنے والے جو نماز کے عادی نہیں ہوتے وہ نماز کے نام پر کام چوری کرتے ہیں، کئی جگہ یہ اختلافات ہیں کہ نماز پڑھنے جاتے ہیں پانچ یا دس منٹ نماز پڑھ کر واپس آ جانا چاہئے لیکن وہاں جا کر آدھا آدھا گھنٹہ مسجد میں لیٹے رہتے ہیں، تو یہ کہاں سے جائز ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ نماز سے نقصان ہوتا ہے، اگر نماز جتنا وقت چاہتی ہے اتنا وقت لگاتے اور فوراً چلے جاتے تو یہ اشکال نہ پیش آتا، خیر یہ تو ہم سب کے سمجھنے کی بات ہے، ان سے ہم نے ایک دوسرا مسئلہ عرض کیا جس سے ان کا مسئلہ حل ہو جائے، تو ہم نے کہا کہ آپ کے یہاں آج کل رام دیو بہت چل رہے ہیں، کہنے لگے ہاں، ہم نے کہا کہ ان کے پاس ساری دنیا کیوں بھاگی ہوئی جا رہی ہے؟ آپ اس کا جواب دے دیجئے، میں اس کا جواب دے دیتا ہوں، تو وہ کہنے لگے کہ وہاں یوگا سیکھنے جاتے ہیں، تاکہ فٹ ہو جائیں، ہم نے کہا کہ بس نماز سارے کاموں کیلئے سب کو فٹ کر دیتی ہے، تو اس سے کام میں اثر نہیں پڑتا، کام دوگنا ہو جاتا ہے، اگر مسلسل آپ کام کریں تو آپ تھک جائیں گے اور کام زیادہ نہیں کر پائیں گے، بیچ میں وقفہ ہو جائے تو کام اچھا ہوگا، اللہ میاں نے جو سسٹم نماز کا دیا ہے اس سے مادی اعتبار سے بھی سب فٹ ہوتے ہیں، روحانی اعتبار سے بھی فٹ ہوتے ہیں، نماز نام ہے صحیح سسٹم قائم کرنے کا اور سب سے پہلے روحانی سسٹم قائم ہوتا ہے، اس کے بعد مادی سسٹم اور میں مزید بتاؤں کہ نماز سے سارے سسٹم ٹھیک ہو جاتے ہیں، دماغ کا سسٹم صحیح ہو جاتا ہے، دل کا سسٹم صحیح ہو جاتا ہے، روح کا سسٹم صحیح ہو جاتا ہے، جسم کا سسٹم صحیح ہو جاتا ہے، اور انسان کے اندر یہی چار چیزیں ہیں: جسم، روح، عقل و دماغ اور دل، اگر یہ چار سسٹم درست ہو جائیں تو آدمی بالکل فٹ ہو جاتا ہے، اب اس کو جہاں چاہیں آپ بھیج دیجئے، ہر جگہ نمبر ایک پر رہے گا، اور اگر نماز

کا سسٹم اس کا خراب رہے گا تو دنیا میں کہیں بھی رہے گا ہر جگہ انفٹ رہے گا اور جو لوگ ہم میں سے نماز پڑھتے ہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا سسٹم صحیح نہیں ہے، ایسا بھی ہے، بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہیں لیکن سسٹم صحیح نہیں ہے اور وہ انفٹ ہو جاتے ہیں، تو غور کرنا چاہئے کہ ان کی نماز کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ نماز ہوتی ہی نہیں، اسی وجہ سے انفٹ ہو جاتے ہیں، ورنہ نماز پڑھنے والا کبھی بھی انفٹ نہیں ہو سکتا، جس ماحول میں آپ اس کو بھیج دیں، جس علاقے میں بھیج دیں، جس کام پر اس کو لگا دیں، اگر صحیح نماز پڑھنے والا ہے تو سب کو متاثر کر کے صحیح رخ پر لگا دے گا اور کبھی متاثر ہو کر ان میں جا کر ضم نہیں ہوگا اور سب کو ایک نئی روح اور تازگی عطا فرمائے گا، تو معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ صحیح طور پر نماز نہیں پڑھی، اسلئے کہ اس میں بھی معاملہ یہ ہے کہ نماز ہماری ڈبلی کیٹ ہو جاتی ہے، جس طرح دوائیں ڈبلی کیٹ آ رہی ہیں، جعلی دوائیں پکڑی جا رہی ہیں، مثلاً کسی کے سر میں درد ہے، تو آپ نے جا کر دوالی، ایک دوا کھائی دوسری دوا کھائی درد سر جاتا نہیں، تو معلوم یہ ہوا کہ نقلی دوا ہے، ورنہ تو ایک گولی میں درد سر چلا جاتا ہے، اور جب آپ کو ڈبلی کیٹ گولی مل گئی تو درد سر نہیں گیا، ایسے ہی معاملہ نماز کا ہے، اگر صحیح نماز ہے تب تو آپ کو فائدہ ہوگا، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: ''ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر'' نماز برائیوں سے، برے کاموں سے، بے حیائیوں سے روک دیتی ہے، اب آدمی نماز بھی پڑھ رہا ہے اور اس غلط کام میں مبتلا ہے، تو معلوم یہ ہوا کہ نماز صحیح نہیں ڈبلی کیٹ ہے، تو بات یہ ہے کہ ہم اپنی نمازوں کو درست کر لیں، تو ہمارا سسٹم درست ہو جائے گا۔

نماز کے آگے یوگا بیکار ہے:

ایک بات اور عرض کرتا چلوں کہ نماز پڑھنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، یہ قیامت کی علامات میں سے بیان کیا گیا ہے کہ آخری دور میں نمازیوں سے مسجدیں بھری ہوئی ہونگی، لیکن ایک بھی نمازی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہیں ہوگا، گویا کہ سسٹم خراب ہوگا، نماز ہوگی لیکن سسٹم بگڑا ہوا ہوگا اور جو اس کے اثرات اور ثمرات مرتب ہونے چاہئے وہ نہیں ہوں گے، نماز کیوں پڑھی جائے گی؟ آج کل نماز کے سلسلے میں یہ بار بار آ رہا ہے کہ نماز سے جسمانی نظام بڑا اچھا ہو جاتا ہے، یعنی یوگا نماز کے آگے بیکار ہے اور ہمارے دہلی کے ایک بہت بڑے ڈاکٹر ہیں ''ڈاکٹر چوپڑا'' انہوں نے پوری دنیا کا دورہ کیا تو انہوں نے بعض علاقے دیکھے جہاں دل کا دورہ پڑتا ہی نہیں، بہت کم لوگوں کو دورہ پڑا ہے، معلوم کیا تو سو فیصد وہاں نمازی ہیں، تو انہوں نے کہا نماز کے اندر کوئی بات ضرور ہے اسی وجہ سے لوگوں کو دل کا دورہ نہیں پڑتا، انہوں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ سجدہ بہت لمبا کرتے ہیں، اور جو لوگ سجدہ لمبا کرتے ہیں ان کو دل کا دورہ نہیں پڑتا، تو انہوں نے اپنے یہاں آ کر ایک مولوی صاحب کو بلایا اور ظہر کی نماز پڑھوائی اور اپنے تمام ڈاکٹروں کو دکھایا اور کہا کہ یہ جو آسن ہیں یوگا کے اگر اس کو تم دیکھ لو تو پھر تمہارا سسٹم صحیح ہو جائے گا اور بہت سے امراض تمہارے ختم ہو جائیں گے، ایک غیر مسلم اپنے دوسرے غیر مسلم بھائی سے کہہ رہا تھا کہ مجھے شوگر ہو گئی ہے، اور یوگا میں کچھ ایسے سسٹم ہیں جن سے شوگر کنٹرول ہو جاتی ہے، اس نے کہا کہیں نہ جاؤ، مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، جیسے وہ سجدہ کرتے ہیں، آپ ہاتھ رکھ کر ذرا سا دبا کر سجدہ میں چلے جاؤ تو اس سے شوگر کو بڑا فائدہ ہوتا ہے، مسلمان کو نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ نہیں دیکھا، میں نے دو تین فوائد نماز کے آپ کے سامنے بیان کر دیئے ہیں، لیکن میں خود بھی نہیں جاننا چاہتا کیوں؟ اسلئے کہ معاملہ بہت خراب ہے، اللہ میاں نے ہم کو حکم دیا ہے کہ نماز اسلئے پڑھو کہ اللہ میاں راضی ہو جائیں، اسلئے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، لیکن اب ہم نماز اسلئے پڑھیں گے کہ دل کا دورہ نہ پڑے، گھٹنے ٹھیک رہیں، سر ٹھیک رہے، کہنیاں ٹھیک رہیں اور جسم چست رہے، اور سسٹم بالکل جسم کا درست رہے، تو یہ درست نہیں ہے بلکہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے نماز پڑھیں۔

تمھاری جگہ اللہ دوسری قوموں کو لے آئے گا:

آج غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد نماز پڑھنے لگی ہے، یہ آپ کو

نہیں معلوم، آپ کو بتارہا ہوں، بعض مٹھوں میں نماز کو لازمی کردیا ہے کہ ہر مٹھ میں رہنے والے کو نماز پڑھنی پڑے گی، اور سودوسو کتابیں نماز کی منگوا کر اس نے اپنے یہاں داخل کرلیں، اور اس نے لاگو کردیا کہ نماز پڑھنا ہر اس آدمی کے لئے لازم ہے جو مٹھ میں ہوگا، اور مٹھ میں کون ہوگا؟ اس میں دو باتیں ہیں بہت غور سے سن لیجئے گا، دو باتیں نظر آتی ہیں، ایک تو یہ نظر آرہا ہے کہ وہ تیاری کررہے ہیں ہماری جگہ آنے کی اور ہم تیاری کررہے ہیں یہاں سے نکلنے کی اور یہ بڑی خطرناک علامت ہے، قرآن مجید میں بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم صحیح راستے پر نہیں چلو گے، ذمہ داریاں نہیں نبھاؤ گے: "یَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا اَمْثَالَکُمْ" تمہاری جگہ اللہ تعالی دوسری قوموں کو لے آئے گا، وہ تمہارے جیسے نہیں ہوں گے، یہ قرآن میں کہا گیا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو تیاری کررہے ہیں کہ ہماری جگہ آجائیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے نوجوان نماز سے بیگانہ، عقائد صحیحہ سے بیگانہ اور تعلقات صحیحہ سے بیگانہ، ہم ان کی چیزوں کو لے رہے ہیں وہ ہماری چیزوں کو لے رہے ہیں۔

خطرناک بات:

ذرا آپ اندازہ تو لگایئے! آج ہمارے اس ملک ہندوستان میں مسلمانوں کے گھروں میں بھی عورتوں کے ساتھ زیادتی ہورہی ہے اور بہت سی عورتیں مسلمانوں کے گھرانوں میں جلائی جارہی ہیں اور جہیز کے لئے یہ صرف ہندوستان میں ہورہا ہے، یعنی جو غیر مسلموں میں ہوتا تھا وہ آپ کے یہاں ہورہا ہے اور آپ کے یہاں وہ شروع ہو چکا ہے، بڑی تعداد میں ایسے واقعات رونما ہوئے اور میں یہاں کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی ملک میں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے، جو مسلم ملک کہلاتا ہے، چودہ سو سال میں ایک عورت بھی جہیز کی وجہ سے نہیں جلائی گئی، یہ کس بات کا نتیجہ ہے؟ اسی کا ہے کہ ان کی چیزیں آپ نے قبول کرلیں اور ان کو آپ نے اپنا لیا، کتنی خطرناک بات ہے، اگر آدمی غور کرے تو نیند اڑ جائے، لیکن آج ہم ایسے بے حس ہوکر رہ گئے ہیں کہ ہم کو کسی چیز کی پرواہ نہیں، ہمارے نوجوانوں کو کچھ پتہ نہیں، ان سے پوچھو کہ تم کیا ہو؟ تو بتائیں گے ہم مسلمان ہیں، اور ان سے پوچھو گے مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ تو شاید ہی کوئی ایک مسلمان بتا سکے کہ مسلمان کہتے کس کو ہیں، اور میں اپنے نوجوانوں کو جب ملاقات کیلئے آتے ہیں، تو کہتا ہوں کہ برا نہ مانئے گا، ذرا کلمہ سنا دیجئے، اور آپ سے کہہ رہا ہوں لاوڈ سپیکر پر کہ اب تک چار پانچ دفعہ میں پوچھ چکا ہوں، تو پانچ چھ نوجوانوں میں سے ایک دو تو ایسے مل ہی جاتے ہیں جن کو نہ کلمہ یاد ہے اور نہ اس کا مطلب، آپ اس کا اندازہ لگائیں کہ مسلمان کیسے ہیں، بھائی! اندازہ لگایئے، جس کو کلمہ یاد نہیں، کلمے کے معانی یاد نہیں تو وہ مسلمان ہے ہی نہیں، اس لئے کہ یہ چیزیں ایمان کے لئے شرط ہیں، جو اس بات کو نہیں جانے گا تو وہ کہاں کا مسلمان، لیکن آج بہت سے لوگ ایسے ہیں جس کے اندر سے اسلام خارج ہو چکا، نکل چکا، اسلام سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے اور خطرہ اس بات کا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی لسٹ سے اس کو کہیں نکال نہ دیا ہو۔

یہ دنیا اللہ میاں کا کارخانہ ہے:

دیکھئے یہ دنیا جو ہے، یہ اللہ میاں کا کارخانہ ہے اور اس میں اپائنمنٹ انہیں کا ہوتا ہے جو ایمان والے ہیں اور اگر ایمان والے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں گے تو وہ اپنے کارخانے میں باقی رہیں گے اور اگر اپنی ذمہ داری نہیں نبھائیں گے تو یا تو وہ ریٹائر کردئے جائیں گے، یا برطرف کردئے جائیں گے اور ان کی جگہ دوسرے کو رکھ لیا جائے گا، اللہ میاں کسی کے محتاج نہیں ہیں کہ آپ سے کوئی رشتہ ہے، یا آپ سے کوئی معاہدہ ہوا ہے کہ اللہ میاں اس کے خلاف نہیں کریں گے، کیا آپ کی سیٹ باقی رہے گی؟ جی نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے، اللہ تعالی کے یہاں کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، اللہ تعالی نے صاف صاف قرآن مجید میں اعلان کیا کہ چاہے ایمان والے ہوں، چاہے یہودی ہوں، چاہے نصاریٰ ہوں، چاہے صابئین ہوں، کسی اور مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں، جو ایمانیات کی تکمیل کرے گا اور اعمال صالحہ پر عمل کرے گا، بس وہی جنت میں جائے گا، چاہے وہ کوئی ہو، اگر کوئی ہری

بھجن لال بھی آ کر کلمہ پڑھتا ہے اور اعمال صالحہ کرتا ہے، تو وہ جنت میں جائے گا، اور عبدالکریم ہو کر ایسا نہیں کرتا تو کبھی جنت میں نہیں جائے گا، وہ جہنم میں جائے گا، نام سے کچھ نہیں ہوا کرتا، فہرست بنانے سے کچھ نہیں ہوا کرتا، یہاں ووٹر لسٹ میں تو آپ کا نام آ جائے گا، لیکن اللہ کی فہرست میں نام نہیں آئے گا۔

اخلاق کو سنوارنا ضروری ہے:

تو میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے سسٹم کو بدلیں اور غور کریں، صرف تقریروں کے سن لینے سے اور اخبار کے پڑھ لینے سے کام نہیں چلے گا بلکہ ہر شخص کو اپنی جگہ غور کرنا پڑے گا کہ کیا کمی ہے جس کو ہم دور کریں تو ہمارے حالات درست ہو جائیں، علماء کو سوچنا پڑے گا، یہ نہ سمجھیں کہ ہم عالم ہیں، ہم فاضل ہیں، ہم مقرر ہیں، ہم فلاں ہیں، اس سے کچھ بھی نہیں ہوگا، علماء کو بھی سوچنا پڑے گا، عوام کو بھی سوچنا پڑے گا، مردوں کو بھی سوچنا پڑے گا، عورتوں کو بھی سوچنا پڑے گا، انگریزی لائن میں رہنے والوں کو بھی سوچنا پڑے گا اور عربی لائن میں رہنے والوں کو بھی سوچنا پڑے گا، سب کا سسٹم خراب ہو گیا ہے، کسی کا سسٹم درست نہیں ہے، اس وقت اگر یہ کہا جائے کہ کسی کا سسٹم درست نہیں ہے تو غلط نہیں ہوگا، اگر آپ خود غور کریں کہ جسم، سر کے بال، پیر کے ناخن اور انگلیوں پر بھی میل آ جاتا ہے، انگلی کے جوڑ میں میل جمع ہو جاتا ہے، چہرے پر بھی میل آ جاتا ہے، اب اگر کوئی شخص بال نہ کٹوائے، ناخن نہ ترشوائے، منہ نہ دھوئے، دانت نہ مانجے، میل صاف نہ کرے، تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ ظاہر ہے کہ برے لگیں گے، جسم سے بدبو پیدا ہوگی، اس لئے ہم نہاتے ہیں، کپڑے بدلتے ہیں، ہم سب چاہتے ہیں کہ ہماری صورت اچھی ہو، تو بال بھی ٹھیک کرنا پڑتا ہے، تیل بھی لگانا پڑتا ہے، صابن سے منہ بھی دھونا پڑتا ہے اور ناخن بھی ترشوانے پڑتے ہیں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ بال بڑھنا بند ہو جائے گا، ناخن کا نکلنا بند ہو جائے گا، میل کا چڑھنا ختم ہو جائے گا، ایسا کبھی نہیں ہے، ہمیشہ ہوتا رہے گا، تو اللہ میاں نے یہ سسٹم اسی لئے رکھا ہے تا کہ ظاہر کے سسٹم سے باطن کے سسٹم کو سمجھ لیں، جس طرح سر کے بال کاٹنے ضروری ہیں، ایسے ہی عقیدے کی اصلاح ضروری ہے اور عبادات کو درست کرنا ضروری ہے، اخلاق کو سنوارنا ضروری ہے، عادات کو ٹھیک کرنا ضروری ہے اور اچھے معاملات کرنا ضروری ہے، اصلاح جب تک نہیں ہوگی ہم کوئی کام نہیں کر سکتے۔

ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے:

ہر چیز کی اصلاح ضروری ہے، جس طرح ظاہر کی اصلاح ضروری ہے اسی طرح باطن کی بھی اصلاح ضروری ہے، دونوں کی اصلاح برابر کرنی پڑے گی اور یہ نہ سمجھیں کہ ظاہر سے کچھ نہیں ہوتا، ظاہر اور باطن ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے اور ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے، دونوں ہجولی ہیں، یہ جو زبان ہے عجیب وغریب ہے، یہ اندر جو کچھ ہوتا ہے اس کو باہر نکالتی ہے اور جو زبان سے کچھ آپ کہتے ہیں، اس کو اندر پہنچاتی ہے، دونوں کام ہیں زبان کے، اسی طرح ظاہر کا معاملہ یہ ہے، دیکھئے ایک کبوتر ہے اگر آپ اس کے پر کاٹ دیں تو اڑ نہیں پائے گا، چاہے کتنا ہی مضبوط کبوتر کیوں نہ ہو، مگر پر کاٹ دیجئے تو اڑ نہیں پائے گا، لیکن اگر کبوتر مر چکا ہو، اور اس کے پر کتنے ہی خوبصورت ہوں تو بالکل بیکار ہوگا، تو معلوم ہوا ظاہر سے پرواز وابستہ ہے اور باطن سے بقا اور استحکام وابستہ ہے، گویا کہ ظاہر بھی اچھا ہونا چاہئے اور باطن بھی اچھا ہونا چاہئے، بہت سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میں تو ظاہر کی پرواہ نہیں کرتا اور جو چاہتا ہوں کہہ دیتا ہوں، مجھے تو کسی سے ڈر نہیں، لیکن اللہ سے سب کو ڈرنا چاہئے، زبان سے سوچ سمجھ کر نکالنا چاہئے کہ ہم زبان سے کیا کہہ رہے ہیں، اللہ کے فرشتے مقرر ہیں وہ لکھ رہے ہیں کہ آپ کی زبان سے کیا نکل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے:

میرے دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے سسٹم کو بدلیں آج ہمارا سسٹم بالکل بگڑ گیا ہے، ظاہر ہے جب سسٹم بگڑ جائے گا تو حالات ہمارے کیسے درست ہو پائیں گے، اللہ کا کرم ہے کہ آج

ہمارے بچے قرآن مجید حفظ کر لیتے ہیں، اللہ تبارک وتعالے نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لئے قرآن مجید محفوظ رہے گا، بچوں نے خود حفظ نہیں کیا، بلکہ اللہ نے حفظ کرایا، اگر اللہ نہ چاہتا تو کوئی کر ہی نہیں سکتا اور قرآن مجید کو اللہ تعالے نے ایسا عظیم الشان بنایا ہے کہ اگر یہ پہاڑ پر نازل کر دیا جاتا تو پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے، ریزہ ریزہ ہو جاتے، پھٹ جاتے اور میں نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ خود اللہ تعالے قرآن مجید میں فرما رہا ہے کہ: ’’اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کر دیتے تو پہاڑ کی حالت تم دیکھتے کہ پھٹ جاتا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا‘‘ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالے نے ایسی طاقت رکھی ہے، لیکن اللہ تعالی نے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے طفیل میں، ان کے صدقے میں، قرآن مجید کا پڑھنا، اس کا یاد کرنا، ہم سب کے لئے آسان فرما دیا، اور ہم اطمینان کے ساتھ قرآن مجید یاد کر لیتے ہیں، دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا یاد کرنے والا دنیا میں موجود ہو، گیتا کا یاد کرنے والا کوئی نہیں، وید کا یاد کرنے والا کوئی نہیں، انجیل کا یاد کرنے والا کوئی نہیں، زبور کا یاد کرنے والا کوئی نہیں، دنیا میں جتنی بھی کتابیں پائی جاتی ہیں کسی کتاب کو آج تک کسی نے پورا یاد نہیں کیا، یہ صرف قرآن مجید کا معجزہ ہے کہ آج ایک نہیں، سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں حافظ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔

قرآن اور دوسری کتابوں میں فرق:

لکھنؤ میں ہمارے پاس ایک صاحب آئے، سکھ بھائی تھے، اور وہ کالج کے پڑھے لکھے تھے، سائنس میں پی ایچ ڈی کیا تھا، وہ ہمارے پاس آئے ان کو کچھ لوگ لے آئے تھے، تو ندوے میں بہت سے طلباء ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ میں قرآن مجید کے بارے میں کچھ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں اور پھر انہوں نے بہت عجیب بات کہی، انہوں نے کہا کہ میں پڑھا لکھا تو نہیں ہوں، مگر قرآن مجید سیکھنے کے دو راستے ہیں: ایک راستہ تو یہ ہے جو اس کے اسپیشلسٹ ہیں اور ماہر ہیں ان کے پاس جا کر میں قرآن مجید سمجھ لوں، یہ شاٹ کٹ راستہ اور محفوظ راستہ ہے اور دوسرا راستہ لمبا ہے، پہلا راستہ زیادہ آسان معلوم ہوا تو اسلئے میں آپ کے پاس آیا ہوں، بیٹھ گئے میرے پاس تو ہم نے سب سے پہلی بات تو ان سے یہ کہی کہ آپ یہاں تشریف لائے ہیں اور یہ میرے پاس طلباء بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے آدھے طلباء قرآن مجید کے حافظ ہیں، اسی پر ان کو حیرت ہوئی، پھر میں نے کہا کہ لکھنؤ میں دس ہزار حافظ ہیں، اور پورے ملک میں پچاس لاکھ حافظ ہوں گے، اس سے کم نہیں ہوں گے، اور پوری دنیا میں اگر آپ جوڑنا شروع کریں تو کروڑوں سے اوپر تعداد جائے گی، اتنے حافظ ہیں، اب اس کے بعد بتایئے قرآن کو کوئی بدل سکتا ہے؟ تو خود ہی کہہ رہے ہیں بالکل نہیں، کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا، ہم نے کہا ’’گرنتھ‘‘ آپ کی کتاب ہے، اس کا کوئی حافظ ہے، کہنے لگے کوئی حافظ نہیں، ہم نے کہا جب ریفرینٹ ہوتی ہے تو آپ بالکل مطمئن ہوتے ہیں، کوئی گھٹایا بڑھایا نہیں گیا؟ کہنے لگے بالکل مطمئن نہیں ہوتے، گھٹایا بڑھایا جاتا رہتا ہے، تو ہم نے کہا بس سمجھ لیجئے، قرآن میں اور دوسری کتابوں میں کیا فرق ہے؟ ہر کتاب میں گھٹا دیا گیا بڑھا دیا گیا، دنیا کی کوئی کتاب محفوظ نہیں ہے، جس کو کہا جا سکے کہ اس میں نہ گھٹایا گیا ہو، نہ بڑھایا گیا ہو، تنہا قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں نہ گھٹایا گیا نہ بڑھایا گیا، اور آگے کہتا ہوں نہ گھٹایا جا سکتا ہے نہ بڑھایا جا سکتا ہے، اور یہی نہیں بلکہ اگر سارے مسلمان چاہیں بھی کہ اس میں کچھ گھٹا دیں یا بڑھا دیں، تو سارے مسلمان بھی مل کر اس کو گھٹا بڑھا نہیں سکتے اور دیکھئے اللہ میاں نے اس کا سسٹم جو بنایا ہے وہ بہت عجیب وغریب ہے، سسٹم کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کو حافظ بنا دیا، ابھی ان کی دستار بندی باندھی جائیگی، اس کی غیر معمولی برکتیں ہیں، کیونکہ اگر کوئی امام ہے، اور وہ تراویح پڑھا رہا ہے، بہت بڑا علامۂ وقت، امام زماں ہے اور وہ بھول جائے، غلط پڑھ دے تو انہیں چھوٹے بچوں میں سے کوئی چھوٹا سا بچہ پیچھے سے ٹوک دے گا، اس کو فوراً بتا دے گا اور سلام پھیرنے کے بعد جو اتنے بڑے عالم صاحب ہیں وہ بچے کی پیٹھ ٹھونکیں

گے کہ تم نے صحیح بتایا، اور یہ نہیں کہیں گے کہ اتنا سا بچہ اور ٹوک رہا ہے، یہ کوئی کہہ ہی نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کے دربار میں سب کو یکساں کر دیا، چھوٹا بچہ بھی، حافظ اور علامۂ وقت بھی، اب بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا سسٹم ہے قرآن کی حفاظت کا، تو اس کے اندر کوئی گھٹا بڑھا سکتا ہے؟ کوئی نہیں گھٹا بڑھا سکتا۔

کلام الٰہی سراپا کرنٹ ہے:

میرے بھائیو اور دوستو! قرآن مجید ایک طرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ نے الفاظ کا جامہ پہنا کر ہم کو دیا تا کہ ہم اس کو چھو سکیں، پڑھ سکیں، پڑھا سکیں، جس طرح آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ تار ہے، یہ لاؤڈ اسپیکر ہے، اس میں تار لگا ہوا ہے، اس کے اندر کرنٹ ہے، اگر آپ تار کو چھیل دیں اور انگلی لگائیں تو فوراً کرنٹ لگ جائے گا، اور اس تار کے اوپر جب ربر چڑھا دیا گیا، تب اس کو چھونا آسان ہو گیا، پکڑنا آسان ہو گیا، ایسے ہی کلام الٰہی سراپا کرنٹ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے الفاظ کا جامہ پہنا دیا تا کہ ہم اپنی زبان سے کہہ سکیں، اگر الفاظ کا جامہ نہ پہنایا جاتا تو اس کا کرنٹ اتنا تیز ہے کہ کوئی برداشت نہیں کر سکتا، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم اس کو پہاڑ پر نازل کر دیتے تو پہاڑ پھٹ جاتا، ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کرنٹ کو نازل کر دیتا، تو پہاڑ کیا پہاڑوں کے پہاڑ سب ریزہ ریزہ ہو جاتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح پیش کیا، اب اس کا سسٹم یہ ہے کہ اسی قرآن کے کرنٹ کو اگر آپ صحیح جوڑ دیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں جوڑ دیا گیا، ایک آدمی کی آواز کتنی پست ہوتی ہے وہی آدمی جب کرنٹ کے ساتھ بولتا ہے تو لاکھوں کو سنائی دیتا ہے اور یہی کرنٹ جب راڈ میں آجاتا ہے تو چمکا کر روشنی پیدا کر دیتا ہے، فریج میں چلا جاتا ہے تو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور ہیٹر میں چلا جاتا ہے تو گرم کر دیتا ہے، جہاں پر وہ کرنٹ چلا جاتا ہے بڑے بڑے کارخانے چلنے لگتے ہیں اور بڑے کارخانوں کے لئے کئی ہائی پاور وولٹیز لینے پڑتے ہیں تا کہ وہ پورا کارخانہ چل سکے، اس کو کئی فیس لینے پڑتے ہیں، تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کو غیر معمولی انرجی عطا فرمائی ہے، اب اگر اس کا سسٹم ہمارا درست ہے یعنی ہم صحیح مکینک ہیں اور ہم جوڑنا جانتے ہیں، اناڑی ہوں گے تو پھر ہم اپنے آپ کو جلا لیں گے، اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اناڑی کو بجلی کا کام نہیں سیکھنا چاہئے ورنہ کہیں اگر لگ گیا تو ختم کر دے گا، جب سیکھ جاؤ تو اس میدان میں آؤ تا کہ تم اس کو جوڑ سکو، لاؤڈ اسپیکر میں جوڑ دو تو آواز کہاں تک پہنچ جائے گی، اس سے اندازہ لگا لو!۔

قرآن و سنت کے کرنٹ سے روشنی ہوگی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندر اللہ تعالےٰ نے وہ کرنٹ پیدا فرما دیا، حضرت ابراہیم کو اس کی اطلاع نہیں تھی، حضرت ابراہیم سے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تم آواز لگاؤ، جس کو قرآن مجید میں کہا گیا: "وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ" اے ابراہیم خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر آواز لگاؤ! حضرت ابراہیم نے آواز لگائی کہ آؤ! حج کیلئے، آؤ! حج کیلئے، اب قیامت تک جتنے لوگ حج کرنے جا رہے ہیں وہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم کی صدا کو سنی تھی، اور انہوں نے "لبیک" کہا تھا، اسی لئے جب لبیک حاجی کہتا ہے تو کعبہ کی طرف منھ کر کے کہتا ہے، چونکہ کعبہ کی طرف منھ کر کے کہنا مستحب ہے، حضرت ابراہیم نے صدا لگائی اور اس صدا کا جواب ہم دے رہے ہیں، تو دیکھئے ہزاروں سال پہلے حضرت ابراہیم نے صدا لگائی تھی لیکن کرنٹ کے ساتھ لگائی تھی، ان کا ایسا لاؤڈ سپیکر تھا کہ قیامت تک آنے والے اس کو سنتے رہیں گے اور ان کی صدا پر لبیک کہتے رہیں گے اور جاتے رہیں گے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سراپا قرآن تھے، حضرت عائشہ صدیقہ سے آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا، تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ قرآن نہیں پڑھتے، قرآن نہیں دیکھتے: "کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ" آپ سراپا قرآن ہیں، جو کچھ قرآن میں بیان کیا گیا، اس کا چلتا پھرتا، جیتا جاگتا نمونہ آپ تھے، گویا کہ جو کرنٹ قرآن میں ہے، وہی کرنٹ رسول پاک کی ذات میں تھا، اسی لئے دونوں کو نور کہا گیا، قرآن کو بھی

نور کہا گیا اور رسول پاک کو بھی نور کہا گیا، تو جب یہ دو کرنٹ آجاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کی کوئی توانائی، دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی فوج، دنیا کا بڑے سے بڑا لشکر اور دنیا کا بڑے سے بڑا حاکم اور بڑے سے بڑا جابر اور بڑے سے بڑا ظالم کبھی قرآن پاک اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ٹک نہیں سکتا، قرآن کا کرنٹ آنا چاہئے، رسول پاک کی سنت کا کرنٹ آنا چاہئے، جب یہ دو کرنٹ آتے ہیں اور یہ دو فیس ملتے ہیں تب جا کے وہ روشنی پیدا ہوتی ہے، جو تمام لوگوں کی آنکھوں کو کھیرا کر دیتی ہیں اور بڑے بڑے دشمنوں کو پسپا کر دیتی ہے، لیکن اگر یہ کرنٹ نہیں ہے، تو پھر ظاہر ہے کہ آپ مسلمان ہیں لیکن کرنٹ اور اصلی روشنی سے محروم ہیں، اس کے اندر طاقت نہیں ہے، آج ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جا رہا ہے، جہاں سے چاہیں ان کو اٹھا لے جائیں، جو چاہے ان کے ساتھ کام کیا جائے، جو چاہے ان کے ساتھ جیسا معاملہ ساری دنیا میں کرے، کیوں؟ ایسا معاملہ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ اسلئے ہو رہا ہے کہ آج قرآن سے ہمارا تعلق ختم ہو گیا اور رسول پاک کی ذات سے جیسا تعلق ہونا چاہیے ختم ہو گیا، دیکھئے صرف قرآن کی عظمت کافی نہیں، رسول پاک کی عظمت و محبت کافی نہیں، عظمت کے ساتھ، محبت کے ساتھ، قرآن کے نور کو، قرآن کے کرنٹ کو لینا پڑے گا، اللہ کے رسول کی محبت کے ساتھ، آپ کی عظمت کے ساتھ، آپ کی اطاعت کے ساتھ کرنٹ کو لینا پڑے گا، جب یہ دو کرنٹ ملیں گے تب ہمارے اندر وہ طاقت و توانائی پیدا ہو گی جس سے سارا عالم کانپا کرتا تھا، ایک سجدے سے انکا حال بدل جایا کرتا تھا، اور یہ میں ایسے ہی جوش تقریر میں بات نہیں کہہ رہا ہوں، یہ جوش تقریر نہیں ہے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ مولانا بھی لفاظی فرما رہے ہیں، جی نہیں میں لفاظی نہیں کر رہا ہوں۔

شیخ عز الدین عبد السلام کا واقعہ:

ہماری تاریخ میں ایسے واقعات ہیں، اللہ کے رسول کو تو جانے دیجئے، آپ سے بڑھ کر نہ کوئی پیدا ہوا ہے نہ ہوگا، آپ سے بڑا نہ کوئی ہے نہ ہوگا، اللہ تعالے کی ذات تو ظاہر ہے کہ وہ سب سے بڑے ہیں، وہ تو خالق ہیں، آپ مخلوق ہیں، مخلوق میں آپ کے برابر نہ کوئی پہلے تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا، تو آپ کا مقام تو بہت بلند ہے، یہاں تو مثالیں اس کی بہت ملتی ہیں، لیکن آپؐ کے غلاموں کے غلاموں کی مثالیں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر آپ تاریخ کے اوراق اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو غیر معمولی مثالیں ملیں گی، حضرت شیخ عز الدین ابن عبد السلام ایک غیر معمولی عالم گزرے ہیں وہ بغداد سے تشریف لائے اور وہاں انکو جو سب سے بڑا عہدہ اس زمانہ میں دیا جاتا تھا ان کو دیا گیا، گویا کہ یہ سمجھیں کہ وزیر اعظم کے عہدے پر ان کو فائز کیا گیا، اور مفتی بھی تھے، انہوں نے فتوی دے دیا کہ اس وقت جو بادشاہ ہے، اس کی حکومت جائز نہیں ہے، اس زمانہ میں یہ فتوی دینا معمولی بات نہیں تھی، جب ان کی زبان سے نکلا تو وزراء کے ایوانوں میں زلزلہ سا آ گیا، پھر لمبا واقعہ ہے، آخر میں آتا ہے کہ بادشاہ نے سوچا کہ یہ مولوی صاحب جب تک رہیں گے ہم کو پریشان کرتے رہیں گے، ان کی چھٹی کر دینی چاہئے، اور وہ طے کر کے آئے، بادشاہ اپنی فوج لے کر آیا، وزراء اس کے ساتھ تھے، ہتھیار لے کر آئے تھے، گھر میں آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور جب ان کے بیٹے نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ تلوار کے ساتھ اور وزراء بھی اس کے ہم رکاب، فوج بھی اس کے ہمراہ، تو اپنے باپ سے جا کر بیٹے نے کہا کہ ابا آج تو معاملہ خطرناک ہے، اس لئے کہ بہت دنوں سے اس کے چرچے تھے اور ان کے خلاف پلاننگ ہو رہی تھی، تو انہوں نے بڑے اطمینان سے کہا تمہارے باپ کے لئے کہاں شہادت لکھی ہوئی ہے، تمہارے باپ کو کہاں شہادت ملنے والی ہے، یہ کہہ کر دروازہ کھولا تو سامنے آ کر انہوں نے کہا آپ حضرات کیا چاہتے ہیں، بس یہ جملہ نکلا، سب کی تلواریں نیچے گر گئیں، تاریخ میں لکھا ہے، وہ سب کہنے لگے: حضرت آپ کیا چاہتے ہیں؟ کہنے لگے تم سب کو بازار میں جا کر بیچوں گا، کہا لے چلئے، بادشاہ کو وزراء کو اپنے ساتھ لے گئے اور بازار میں بیچا، میں تو کہتا ہوں انسانی تاریخ میں ایسا واقعہ نہیں ملے گا، یہ کس وجہ سے

تھا؟ ان کے پاس قرآن کا کرنٹ تھا، رسول پاک کی اطاعت اور اتباع سنت کی ان کے اندر طاقت تھی، تو انکے اندر یہ بات پیدا ہوئی اور آج بھی ایسے لوگ اللہ کے بندے رہے ہیں جن کے اندر وہ کرنٹ تھا، جس کی وجہ سے اللہ تعالے نے ان کو وہ مقبولیت ومحبوبیت عطا فرمائی۔

وندے ماترم کا معاملہ:

جتنے بڑے لوگ ہیں، شروع سے لیکر آپ اٹھا کر دیکھ لیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، مولانا اسماعیلؒ شہید، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور آخر میں ہمارے مولانا علی میاںؒ جن کا واقعہ آپ حضرات نے سنا ہوگا کہ جب وندے ماترم کا معاملہ بڑھا، ہر طرف سے اس کے خلاف لوگوں نے کہنا شروع کیا اور کتنے بڑے بڑے لوگوں نے اس کے خلاف آوازیں اٹھائیں، لیکن اس ملک پر کوئی اثر نہیں پڑا، لیکن جب حضرت مولانا سے پوچھا گیا تو انہوں نے صرف اتنا کہہ دیا کہ اپنے بچوں کو ہم نکال لیں گے اور کہہ دیں گے کہ اپنے بچوں کو کالجوں سے نکال لو، اسکولوں سے ہٹالو، یہ کہنا تھا کہ ایک طوفان آگیا، حالانکہ حکومت نے ضد کی تھی، آپ کو یاد ہوگا کہ اس کے وزیر کو استعفیٰ دینا پڑا، حکومت کو معافی مانگنی پڑی، یہ قرآن مجید کا کرنٹ تھا، رسول پاک کی اتباع کا اور آپ کی سنت کی پیروی کا، جس کے اندر یہ بات پیدا ہو جائے گی تو اس کی زبان کے اندر طاقت پیدا ہو جائے گی، اس کے دماغ کے اندر طاقت پیدا ہو جائے گی، اس کے دل میں طاقت پیدا ہو جائے گی اور میں کہتا ہوں کہ اس کے جسم میں بھی طاقت پیدا ہو جائے گی لیکن یہ کرنٹ پیدا کرنا پڑے گا۔

پڑھتا جا اور چڑھتا جا:

قرآن مجید کو ہم نے معمولی سمجھ رکھا ہے، ہمارے کچھ لوگ اگر کچھ آگے بڑھے تو کہتے ہیں کہ ہاں ہمارے بچے نے قرآن مجید پڑھ لیا، اگر انگریزی داں حضرات سے پوچھا جاتا ہے، جو عربی لائن کے نہیں ہیں، ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کا بچہ کہاں پڑھتا ہے؟ تو مولوی دیکھ کر فوراً کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ عربی بھی پڑھتا ہے، اچھا...... ماشاء اللہ آپ کا بیٹا عربی بھی پڑھتا ہے، عربی کس کو کہتے ہیں؟ قرآن مجید پڑھ رہا ہے، اچھا اچھا قرآن مجید پڑھ رہا ہے، اب قرآن مجید پڑھا دیا مانو بہت بڑا تیر مارا، بہت بڑا تیر، اتنا بڑا کہ وہاں بادل تک چلا جائے حالانکہ یہ تو لازمی ہے، اگر یہ نہیں کرتے تو آپ کافر تھے، آپ مسلمان نہیں تھے یہ تو کرنا ہی تھا، اگر اس سے کچھ آگے بڑھے تو حفظ کرا دیا، ظاہر ہے حفظ بھی بہت ثواب کا کام ہے، ہمارے یہاں ابھی مولانا صاحب نے اس سلسلے میں جو حدیثیں ہیں وہ بیان فرمادیں کہ اس کے والدین کے سر پر تاج رکھا جائے گا اور دس آدمی جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے، انکی سفارش کریگا، شفاعت کریگا، حافظ کے اور بھی فضائل ہیں، ایک جگہ آتا ہے کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا، اللہ تعالیٰ وہاں فرمائے گا، تو ظاہر ہے حفظ کے بڑے بڑے فضائل ہیں، یہ کیا کم فضیلت ہے کہ اس کے سینے میں قرآن ہے، جس کے سینے میں قرآن ہو ظاہر ہے آگ کیا جلائے گی اس کو؛ لیکن ہاں اگر اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں، قرآن کو بیچا ہے، قرآن کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے تو پھر خطرے میں ہے، اس کے ذہن سے کہیں قرآن نکل کے چلا نہ جائے، قرآن بہت عزت والا ہے، سینوں سے نکل بھی جاتا ہے باہر بھی چلا جاتا ہے تو یہ دوسرا درجہ ہوا، ایک تو ناظرہ پڑھا دیا دوسرا حفظ کرا دیا، اس کے بعد ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کو سمجھو، چونکہ قرآن اللہ کا پیغام ہے، اللہ کے رسول کو جو رسول کہتے ہیں، آج ہمارے مسلمان رسول کے معنی بھی نہیں جانتے، اگر کوئی پوچھ لیتا ہے کہ بتاؤ رسول کے کیا معنی ہیں، کیا بتا پاتے؟ بہت کم لوگ بتائیں گے، یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، یہی آپ کا ایمان ہے اور آپ کا عقیدہ ہے، لیکن رسول کہتے کس کو ہیں، پیغام لانے والا، مبیج لانے والا، سندیش لانے والا، پیغام لانے والے نے کیا پیغام دیا، فیکس آیا کیا لکھا ہوا ہے، خط آیا اندر کیا ہے، ہے کوئی ایسا بے وقوف پرلے درجہ کا جس کے نام خط آئے، جس کے نام فیکس آئے اور وہ تکیہ کے اندر رکھ دے، اس پر غلاف چڑھا دے کہ یہ فیکس ہمارے پڑپوتے

پڑھیں گے اور یہ کہے کہ ہمارے دادا پڑھا کرتے تھے، اب ہم نہیں پڑھیں گے، فیکس آپ کے نام ہے، خط آپ کے نام ہے اور آپ کہتے ہیں میں پڑھوں گا ہی نہیں، تو آپ سے زیادہ بے وقوف اور احمق دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا ہے، لیکن ہم ہیں بے وقوف، مانتے نہیں، اس لئے کہ بے وقوف اپنے کو بے وقوف تھوڑی نہ کہتا ہے، اگر کسی بے وقوف سے کہئے کہ بیوقوف ہو، کہے گا نہیں لیکن اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پرلے درجے کے بیوقوف ہیں، یہ تو مولی کا کرم ہے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہے، کریم کہتے ہیں اس کو جو نالائقوں کو دینے والا ہو، تو اللہ میاں کہتے ہیں اگر پڑھ لیتا ہے اور عقیدہ شرک کا نہیں ہے اور گناہ سے توبہ کر لیتا ہے، چلو اس کو بھی لے جاؤ اس طرح کام ہو جائے گا، لیکن بہرحال عقل مندی نہیں ہے کہ میسیج آئے اور میسیج نہ پڑھیں، خط آیا ہے، خط کے اندر کیا لکھا ہے نہ پڑھیں، فیکس آئے فیکس کے اندر کیا لکھا ہے نہ پڑھیں، یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے، یہ تیسرا درجہ ہے اور پھر اس کے بعد عمل کرنا ہے، پھر اس کے بعد درجہ پہنچانے کا ہے، دوسرے کو پہنچانا ہے، جہاں تک پیغام نہیں پہنچا ان لوگوں کو پیغام پہنچانا ہے۔

قرآن پوری زندگی کے لئے ہے:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی شکل میں جو دولت ہم کو عطا فرمائی ہے، جو کرنٹ عطا فرمایا ہے، جو قوت عطا فرمائی ہے، یہ بغیر سیکھے نہیں آئے گی، اس کے لئے قرآن مجید سے تعلق پیدا کرنا پڑے گا اور قرآن مجید کو سیکھنا پڑے گا پہلے تلاوت کرنی پڑے گی اور نمازوں میں پڑھنا پڑے گا پھر اس کو یاد کرنا پڑے گا، پھر اس کو سمجھنا پڑے گا، پھر اس کو پہنچانا پڑے گا اور خود عمل کر کے دوسروں کو عمل پر لانا پڑے گا، قرآن کوئی ایک وقت کیلئے نہیں ہے، بلکہ پوری زندگی کے لئے ہے، اس میں سب کچھ ہے، اسی لئے قرآن مجید میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تمہاری کتاب ہے، اگر اس کو نہیں پڑھو گے، تو پھر تمہاری کتاب کہاں رہے گی، تمہاری کتاب تو اسی لئے ہے کہ اس میں جو کچھ ہے، اس کو جاننا چاہیے، عمل کرنا چاہیے، تو یہ جلسے کئے جاتے ہیں، یہ اسی لئے کئے جاتے ہیں کہ اس سے ہمارے اندر جذبہ پیدا ہو کہ قرآن جیسی دولت اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمائی، اب تک ہم سمجھے نہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، یہ ایسی دولت ہے کہ آج دنیا میں کسی کے پاس نہیں اور ساری دنیا آپ کی اس دولت پر لالچ کرتی ہے، انکے رال ٹپکتی ہے کہ آپ کے پاس یہ دولت ہے اور ان کے پاس نہیں، آج آپ یہودیوں سے پوچھ لیجئے، عیسائیوں سے پوچھ لیجئے اور جو پڑھے لکھے لوگ ہیں، ان سے جا کر پوچھ لیجئے، جو مسلمان نہیں ہیں، آپ کی کتاب پر ان کو حسد ہوتا ہے کہ آپ کے پاس ایسی کتاب موجود ہے جو نہ کبھی پہلے بدلی گئی اور نہ آج بدلی گئی اور نہ قیامت تک بدلی جائے گی، لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم خود قرآن سے واقف نہیں ہیں، ہمارے گھر میں دولت ہے اور ہم بھکاری بنے ہوئے ہیں، ہمارے گھر میں خزانہ ہے اور ہم مفلس بنے ہوئے ہیں، ہمارے گھر میں سب کچھ ہے اور ہم کنگال ہیں، کون سی بات ہے جس میں ہم مبتلا ہیں؟ دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن مجید کو سمجھیں اور قرآن مجید کو پڑھیں اور اپنی زندگی میں برتیں اور اتاریں اور قرآن کی جو ہارڈ لائن ہے اس کے کرنٹ کی، اپنے کارخانوں کو اس سے چلائیں، اپنے کو اس پر چلائیں، اپنے گھروں کو اس پر چلائیں، اپنے آپ کو اس کے نور سے منور کریں اور اپنے دل و دماغ کو قرآن کی روشنی سے منور کریں اور رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی سنتوں سے منور کریں۔

سب سے افضل وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے:

آج ہمارے سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں اگر خدانخواستہ ہم نے یہ نہ کیا تو ہمارا کوئی مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے، اس لئے کہ سسٹم سارا بگڑ چکا ہے، سسٹم کو درست کرنا پڑے گا، پہلے سیکھنا پڑے گا اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا پڑے گا، تب جا کر ہم کچھ کام کر سکتے ہیں، اور اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص اپنے سسٹم کو سمجھے اور قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر علماء سے پوچھ پوچھ کر اس کو سمجھے اور ایک ایک چیز کو درست کرنا شروع کرے تاکہ وہ مکمل مسلمان ہو جائے، اسی

لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا: ”یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ“ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے، دیکھو تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو، یعنی برابر لگے رہو تا کہ مرنے سے پہلے پہلے مکمل ہو جاؤ، جب اللہ کے یہاں جاؤ تو مکمل ہو کے جاؤ، معافی مانگ کر جاؤ، ایمان کے تحفے کے ساتھ جاؤ، تا کہ وہاں قبول کر لیا جائے، یہ اسی وقت ہوگا جب قرآن سے ہمارا تعلق ہوگا، اسی لئے رسول پاک نے یہ بات فرمادی تھی ”خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ“ تم میں سب سے اعلیٰ وافضل وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے، اب یہ سمجھ لیں کہ دنیا میں جتنے الفابیٹ پڑھائے جارہے ہیں A,B,C,D، ہو، ہندی میں ہو، جرمنی کا ہو، فرانس کا ہو، سارے الفابٹ میں عربی کا الفابٹ سب سے افضل ہے، اور عربی کا الفابٹ پڑھانے والا سب سے افضل ہے اور دنیا میں جو کتابیں پڑھائی جارہی ہیں ان کتابوں میں قرآن سب سے افضل ہے اور قرآن کا پڑھانے والا سب سے افضل ہے اور دنیا میں جو کتاب سمجھی جارہی ہے، قرآن کے سمجھنے والے ان سمجھنے والوں میں سب سے افضل ہیں اور جن کتابوں پر عمل کیا جارہا ہے، ان کتابوں میں قرآن پر عمل کرنے والا سب سے افضل ہے اور قرآن کے قانون کو بتانے والا دنیا کے تمام قوانین بتانے والوں میں سب سے افضل ہے، قرآن دستور کے اعتبار سے، قانون کے اعتبار سے، آب حیات کے اعتبار سے، پڑھنے اور پڑھانے کے اعتبار سے، یاد کرنے اور اس کی نشر واشاعت کے اعتبار سے سب سے افضل ہے اور جو پڑھانے والا ہو وہ سب سے افضل ہے، اسی لئے ”خیرکم من تعلم القرآن وعلمه“ فرمایا کہ تم میں سب سے افضل وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے، اسی لئے ہمارے قاری صاحب جو قرآن پڑھاتے ہیں دوسری کتابوں کے پڑھانے والوں میں سب سے افضل ہیں، ان سے بڑا کوئی نہیں ہو سکتا، لیکن ہاں جو قرآن پڑھتا بھی ہے، سیکھتا بھی ہے، سکھاتا بھی ہے، عمل کرتا اور عمل کرواتا بھی ہے، اور اس کے قانون پر چلتا ہے اور اس کی نشر واشاعت بھی کرتا ہے، اس کے سب سے اعلیٰ ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں، وہ سب سے اونچا ہے، اس لئے کہ قرآن سے اس کا تعلق سب سے قوی ہے، بس جو جتنا زیادہ قرآن سے تعلق قائم کرے گا وہ سب سے افضل ہے، اس لئے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، جو اللہ کے کلام سے تعلق پیدا کرے اللہ کو اس سے تعلق ہو جاتا ہے۔

تم اللہ کی مدد کرو وہ تمھاری مدد کرے گا:

مشاعرہ میں جب کوئی شاعر اچھا کلام کہتا ہے تو لوگ کہتے ہیں: مکرر ارشاد ہو، تو شاعر کو مزہ آجاتا ہے کہ میرا شعر پسند آگیا، تو اس سے تعلق ہو جاتا ہے، شاعر اس سے ملتا ہے کہ آپ نے میرا شعر سمجھا، تو ذرا سا کہہ دینے پر کہ آپ کا شعر بہت اچھا ہے شاعر کا اس سے تعلق ہو جاتا ہے، یہ تو اللہ کا کلام ہے، اگر اس سے ہمارا تعلق ہوگا اس سے محبت ہوگی تو اللہ کو ہم سے تعلق ہوگا اللہ کو ہم سے محبت ہوگی اور اس کو جب ہم لے کر چلیں گے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اللہ کی نصرت اللہ کی تائید ساتھ ہوگی اور رحمتیں اور برکتیں اس پر آسمان سے نازل ہوں گی، اور ظاہر ہے کہ جب ہمارا تعلق قرآن سے نہیں ہوگا تو کیا لینا دینا آپ سے، اللہ سے تعلق نہیں تو اللہ کو کیوں تعلق ہوگا آپ سے، اور پھر آپ مدد مانگیں گے تو کہاں سے مدد آئے گی، پہلے تو ہم سب اللہ کا کام کریں تب اللہ کی مدد آئے گی، پھر قرآن مجید میں فرمایا گیا: ”اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ“ اللہ کی مدد تم کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا، ہم اللہ کی مدد نہیں کریں گے تو اللہ ہماری مدد کیسے کرے گا، اللہ کی مدد کیا ہے؟ اس کے دین کی خدمت، اس کے کلام کی خدمت، اس کے کلام سے تعلق، اس کے دین سے تعلق، یہی اللہ کی نصرت ہے، اللہ تعالیٰ محتاج نہیں ہے، ہم محتاج ہیں، ہم کو بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کی مدد کرو، ہم اللہ کی مدد کریں گے، اللہ ہماری مدد کرے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید سے تعلق نصیب فرمائے اور حقیقی اور پائیدار تعلق نصیب فرمائے۔

❁❁❁❁

فکر و عمل

اسلامی نظام کی برکات واہمیت

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی البرنیؒ، مدینہ منورہ

ایمان وکفر کی ہمیشہ سے جنگ رہی ہے، دشمنان اسلام نے کبھی بھی اسلام اور مسلمان کے مٹانے کی کوششوں میں کوئی کمی وکوتاہی نہیں کی، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد ہوتی رہی، اسلام پھلتا پھولتا رہا، یہاں تک کہ پورے عالم میں پھیل گیا، گومسلمانوں کے فسق وفجور کی وجہ سے ان کے بعض ممالک مفتوحہ ان کے ہاتھوں سے نکل گئے، اسلام برابر پھیل رہا ہے، یورپ وامریکہ، فرانس وجرمنی بلکہ ہندوستان تک میں روزانہ کتنے ہی افراد مسلمان ہورہے ہیں، چرچ بک رہے ہیں اور مسجدیں بن رہی ہیں، یہود ونصاریٰ اور ہنود اور دوسری اقوام گٹھ جوڑ کرکے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے متفق ومتحد ہیں، جو لوگ نام کے مسلمان ہیں وہ ان دشمنان دین سے دوستی بھی رکھتے ہیں، جب کہ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا ہے:

”لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین“ مؤمنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور یہ بھی فرمایا ہے: یاایھا الذین آمنوا لاتتخذوا بطانة من دونکم لایألونکم اِلَّاخبالا“ اے ایمان والو! اپنے علاوہ دوسروں کو راز دار مت بناؤ، وہ کبھی بھی تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ کا تو یہ فرمان ہے لیکن جن کو مال اور اقتدار سے محبت ہے وہ اسلام کے دعویدار ہوتے ہوئے بھی کافروں کے ایجنٹ بنتے ہیں، ان کے ساتھ خلا ملا رکھتے ہیں، ان کے دبانے سے دبتے ہیں اور ان کا ہر حکم مانتے ہیں، اسلام کا دعویٰ اور اسلام سے غداری یہ دنیا کی محبت کا نتیجہ ہے، دنیا جاہ ومال کا نام ہے جن کو آخرت کی فکر نہیں ہے وہ دشمنوں کی خوشامد میں لگتے ہیں، اوران سے اقتدار کی بھیک مانگتے ہیں، دشمن ذرا سا ٹکڑا دیتے ہیں، اسلام اور مسلمان کے خلاف ان اقتدار کے بھوکوں کو استعمال کرتے ہیں، دشمنوں نے بلایا کہ آجاؤ تو فوراً چاپلوسی کے لئے خدمت میں حاضر ہوگئے، دشمنوں نے کہا کہ مجاہدین کو فلاں جگہ سے واپس بلا لو تو کہہ دیا کہ ”اباجی اچھا“ دشمنوں نے کہا کہ اسلامی مدرسوں کو بند کردو تو اس کی بھی ہاں کرلی، دشمنوں نے کہا کہ علماء، طلباء اور صلحاء کو دہشت گرد مشہور کردو تو اس کی بھی فرمانبرداری کا دم بھرلیا، ایسے اقتدار والے ذلیل نہ ہوں گے تو کیا ہوگا؟۔

صدیوں سے اسلامی جہاد کا سلسلہ منقطع تھا، جہاں کہیں کوئی آدمی مسلمانوں کے ملکوں میں صاحب اقتدار ہوا اس پر فوراً دشمنوں نے ہاتھ رکھا اور فری مسن کا ممبر بنایا اور اسلام کے خلاف استعمال کیا، ان لوگوں نے اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے دشمنوں کی بات مانی، اسلام کا کاٹ کیا اور دینی مدارس کو ختم کیا اور رہے پھر بھی مسلمان کے مسلمان، دیکھو ترکی، لیبیا، سوریا اور الجیریا کا کیا حال ہے؟ دینی مدارس بند ہیں علماء پیدا نہیں ہوتے، حافظ قاری نہیں بنتے، بس اتنی سی اجازت ہے کہ مسجدوں میں نماز پڑھ لیا کریں، دشمن چاہتے ہیں کہ پاکستان کا بھی یہی حال ہوجائے اور دشمنوں کے پروردہ اصحاب اقتدار ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور جو کچھ دشمن کہیں وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں، حقیر دنیا کے لئے اسلام سے دشمنی کرنا یہ بڑی نادانی ہے۔

دیکھئے افغانستان میں جہاد ہورہا ہے، اسلام کو آگے بڑھانے والے اور احکام اسلام کا نفاذ کرنے والے برابر پیش قدمی کررہے ہیں، یہ بات یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو کھل رہی ہے اور سب مل کر ایسے شخص کی امداد کررہے ہیں جو طالبان کا باغی ہے اور نام کا مسلمان ہے، اول تو

جوشخص امداد لیتاہے وہ غور کرے کہ میں اسلام قائم کرنے والوں کا مقابلہ اوران سے قتال کرنے کے لئے کافروں سے کیوں امدادلوں بلکہ ان لوگوں سے کیوں لڑوں جو اسلام کا نفاذ کرچکے ہیں، اور یہ بات ساری دنیا کے لئے قابل غور ہے کہ طالبان سے جو نام نہاد مسلمان جنگ کررہے ہیں ان کو سب کافر مل کر کیوں مدد دے رہے ہیں، جولوگ کہتے ہیں کہ مسلمان نہیں وہ تو طالبان کے دشمن ہیں ہی، بہت سے وہ فرقے جو اسلام کے مدعی ہیں اور حقیقت میں مسلمان نہیں جیسے قادیانی اور وہ لوگ جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں ان کو بھی یہ بات ناگوار ہے کہ طالبان فتحیاب ہوں اور اسلامی نظام نافذ کریں، کافروں کا یہ آپس کا گٹھ جوڑ بتا رہا ہے کہ اس وقت انہیں جہاد تو کھل ہی رہا ہے، مسلمانوں کی بقا اور اسلام کا پھیلاؤ بھی ان کو سخت ناگوار ہے، جولوگ مسلمانوں میں اس وقت اقتدار پر ہیں ان پر لازم ہے کہ اس بارے میں فکرمند ہوں، کافروں کو منہ نہ لگائیں اور ان کے حوصلے نہ بڑھائیں، دشمنوں نے جو چودھراہٹ سنبھالی ہوئی تھی اور مسلمانوں کو اپنے ماتحت ہی رکھنا چاہتے تھے اب ان کی چودھراہٹ ختم ہورہی ہے اور اب انشاء اللہ تعالیٰ اسلام ہی کا بول بالا ہوگا جو اقتدار پر آئیں اس میں روڑے نہ اٹکائیں، یوم آخرت کی حاضری کا خیال کریں۔

دشمنان اسلام نے جو بین الاقوامی ادارے قائم کئے ہیں مثلاً: U.N.O اور سلامتی کونسل اور جنیوا کانفرنس سب مسلمانوں کو اپنے قابو میں کرنے اور اسلام کے قوانین کے نفاذ کو روکنے کے لئے قائم کئے ہیں، جب مسلمان ان معاہدوں میں بندھ گئے تو اسلام کے مطابق اپنے ممالک کو چلانے سے عاجز ہوگئے، ان اداروں کی یہ بے انصافی تو دنیا کو معلوم ہے کہ جب مسلمانوں اور غیر مسلموں میں جنگ ہو اور مسلمان پیش قدمی کرنے لگیں تو فوراً اقوام متحدہ آگے بڑھ کر قانون یاد دلا دیتا ہے اور دونوں لشکروں کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتی ہے اور جب غیر مسلموں کا لشکر آگے بڑھتا ہے اور مسلمانوں کو شکست ہونے لگتی ہے تو یہ فیصلے کرنے والے گونگے ہوکر بیٹھے رہ جاتے ہیں، مسلمانوں کب تک کافروں کا کھلونا بن کر رہوگے، ثابت قدم رہو، اللہ تعالیٰ کا دین بلند کرنے کے لئے مرو اور جیو۔

مسلم ممالک خاص طور سے پاکستان کے وزیراعظم سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اپنے اس موجودہ اقتدار سے فائدہ اٹھائیں، کافروں سے جان چھڑائیں، جن لوگوں نے دشمنوں سے قرضے لےلیکر ملک کو تباہ کیا ہے اور قرضے لیکر خود کھا بیٹھے ہیں اور ملک کی مالیات میں خیانت کرکے باہر کے ملکوں میں اکاؤنٹ جمع کئے ہیں اور جعلی رسیدیں بنا کر اموال پر قابض ہوئے ہیں، ان سب سے پورے مقبوضہ اموال واپس لیں اور عامۃ المسلمین سے بھی ڈونیشن حاصل کرکے دشمنان اسلام کے سارے قرضے اتاردیں اور دشمنان اسلام سے جان چھڑالیں (ایک مرتبہ قرضہ اتارنے کے لئے مسلمانوں سے چندہ لیا گیا تھا وہ رقمیں کیا ہوئیں، وہ بھی برآمد کی جائیں) اگر دشمن مقاطعہ کردیں اور استعمالی چیزیں یا کھانے کی چیزیں سپلائی کرنا بند کردیں تو خوشی سے قبول کرلیں اپنے ملک کی پیداوار سے کام چلائیں، کم کھائیں، گھٹیا پہنیں مگر دشمن کے پھندہ سے نکلیں اور اپنے اپنے ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں، اور سب عوام اسے خوشی سے قبول کریں، جو مخالف ہو وہ علی الاعلان کہہ دے کہ قرآن کو نہیں مانتا اور صاف صاف کہہ دے کہ مسلمان نہیں ہوں۔ (بشکریہ ماہنامہ ''الصیانۃ'' لاہور، مارچ ۲۰۰۰ء)

بقاء شریعت کا راز

شیطان نے یہ باور کرایا کہ شریعت کا مقصود صرف اتنا ہے کہ حضوری حاصل ہوجائے لیکن یہ غلط ہے، شریعت کا اس کے علاوہ بھی مقصود ہے، مثلاً پانچ وقت کی نمازیں ایسی ہیں جیسے کسی دریچہ کمال میں پانچ کیلیں لگی ہوں، اگر کیلیں الگ ہوجائیں تو وہ دریچہ کمال سے جدا ہوکر گر جائے، جیسے خود ابلیس گر گیا، اگر کوئی کہے کہ یہ پانچ نمازیں کس طرح پانچ کیلوں کی طرح ہیں، جن سے کمال کا یہ دریچہ تھما ہوا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا پہچاننا انسان کی طاقت میں نہیں، یہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اشیاء اور ادویہ کے خواص، عقل اس کی وجہ دریافت نہیں کرسکتی، جیسے سنگ مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا سبب کیا ہے؟۔

(حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ)

رہنمائے طلبہ

طلبہ تحریک کے میدان

انجینئر مصطفیٰ محمد طحان..................ترجمہ: ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکل، کرناٹک

سکینڈری اسکولوں میں طلبہ تحریک:

سکینڈری مرحلہ بڑا اہم ہوتا ہے، اسی زمانہ میں مراہقت (عنفوان شباب) کی ابتدا ہوتی ہے، اس کو معاشرے میں اپنے وجود اور اپنی امت کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے، اس کام کی اپنی جگہ اہمیت اور اس کی اپنی الگ خصوصیات ہیں:

(ا) سکینڈری مرحلے میں طلبہ تحریک کی اہمیت:

ا- طالب علم کی کم عمری اور مراہقت (ابتدائی عنفوان شباب) کے دور سے گزرنے کی وجہ سے افکار و خیالات کی تشکیل اور اقدار و عقائد کی تفہیم و تشریح اور ان کو دلوں میں پیوست کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

۲- طالب علم پر اس مرحلے کا اثر پوری زندگی رہتا ہے، معاشرے کے تئیں اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا ہونے کے یہ ابتدائی قدم ہوتے ہیں۔

۳- اس مرحلے میں جو مصروفیات ہوتی ہیں، وہ یونیورسٹی میں کام کرنے کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں اور یونیورسٹی میں طلبہ تحریک کے لئے تعاون فراہم کرتی ہیں۔

۴- اس مرحلے میں صلاحیتوں کی دریافت، استعداد اور مہارت میں اضافہ، صلاحیت کے فروغ اور مستقبل کے فوائد حاصل کرنے کے لئے اس کی رہنمائی کا کام آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔

۵- سکینڈری درجات کے طلبہ کے پاس فارغ اوقات زیادہ رہتے ہیں، جس سے ان کو تحریکی اور ابتدائی نتائج کی صلاحیت پیدا کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۶- اس حساس دور میں نوجوان کی صلاحیتوں کا رخ انتاج، اپنی ذاتی ترقی اور معاشرے کی خدمت کی طرف موڑا جاسکتا ہے، جس سے وہ فساد، بگاڑ اور مخرب اخلاق چیزوں کے شکار ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔

۷- سکینڈری اسکولوں میں طلبہ تحریک پر توجہ دینے سے مہذب، باشعور اور انتاجی صلاحیت رکھنے والے نوجوانوں کی ایک صالح نسل تیار ہوتی ہے۔

اس مرحلے کی مخصوص خصوصیت کی وجہ سے بعض وسائل کو اہمیت دی جاتی ہے، مثلاً:

(ا) مدرس کی رہنمائی اور اس کی ترقی کے لئے اس سے بہت زیادہ توجہ دی جائے اور مجرب وسائل کی طرف اس کی رہنمائی کی جائے کیونکہ اس ابتدائی مرحلے میں مدرس کا اثر طلبہ پر بہت زیادہ ہوتا ہے، اور مدرسین وطلبہ کے مابین علمی اور نفسیاتی تعلقات کا اثر ان کی تربیت پر پڑتا ہے۔

(۲) بامقصد طلبہ تحریک کے تربیت یافتہ مدرسین کی نگرانی میں بامقصد کمیٹیوں کی تشکیل، مثلاً صحافت، نشر و اشاعت، شعر و ادب اور سیر و سیاحت وغیرہ۔

(۳) مختلف مقابلوں اور سرگرمیوں کے ذریعہ صلاحیتیں دریافت کرنا اور ان کو ترقی دینا (رسائل ومجلّات، جداری پرچے، شبینۂ علمی مقابلے اور ورزشی کیمپ وغیرہ)۔

(۴) گرمی کی چھٹیوں میں سفر اور کیمپوں کا انتظام اور ان سے استفادہ۔

(۵) مختلف میدانوں میں ممتاز اور فائق طلبہ پر توجہ دینا، ان کی

صلاحیتوں میں اضافہ کرنا اوران کی رہنمائی کرنا۔

(۶) سرپرستوں کی میٹنگ کا اہتمام کرنا اور مدرس اور گھر والوں کے مابین پائیدار تعلقات کا انتظام وانصرام کرنا۔

(۷) طالب علم کی موجودہ عمر کا لحاظ رکھا جائے، اس کو درپیش مسائل پر توجہ دی جائے اوراس کے ساتھ مناسب انداز میں ان مسائل کے بارے میں بحث کی جائے (جنس مخالف، جذبات، زندگی میں انسان کا کردار، انتساب، خودی وغیرہ)

اخیر میں ثانوی (سیکنڈری) اور جامعی (کالج لیول) مرحلوں میں کام کرنے والوں کے درمیان تعلقات میں پائیداری اور دوام کو یقینی بنانا ضروری ہے، وہ ایک دوسرے کاموں کی تکمیل کریں اور ایک دوسرے کی رہنمائی کریں، اسی کے ذریعے مقاصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے اوراس کے فائدوں میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲) یونیورسٹیوں اورکالجوں میں طلبہ تحریک:

یونیورسیٹوں اور کالجوں کے میدان میں کام طلبہ تحریک کا ستون شمار ہوتا ہے، دوسرے میدانوں کے مقابلے میں اس کا معاشرے پر زیادہ اثر پڑتا ہے، اوراس میں انتاجی کام زیادہ ہوتے ہیں، یونیورسٹیوں اور کالجوں میں طلبہ تحریک اپنی عام پالیسیوں، مقاصد اور وسائل کو ہی اختیار کرتی ہے، لیکن اس مرحلے کی بعض خصوصیات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- یونیورسٹیاں نوجوانوں کی دائمی ملاقات گاہیں ہیں، یونیورسٹی میں طلبہ کی آپس میں ملاقات درس گاہوں اور میدانوں میں طویل مدت کیلئے ہوتی ہے، وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں، تجربات وخیالات کا تبادلہ کرتے ہیں، اورآپس میں ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں۔

۲- یونیوسٹیوں کے طلبہ معاشرے کی ممتاز اکائی ہیں، وہ نوجوانی کے تمام صفات جوش وجذبہ، تاثر، چستی اور ہمت وحوصلے سے متصف ہوتے ہیں اور مستقبل میں امید دلانے والی ہر نئی چیز کو قبول کرتے ہیں۔

۳- یونیورسٹی میں طلبہ تحریک کارکنوں کی تیاری اور تمام میدانوں میں معاشرے کو قائدین کی فراہمی کا اہم میدان ہے۔

۴- یونیورسٹی علم کا گہوارہ اور علمی بحث ومباحثے کا مرکز ہے، اسی وجہ سے یہ تہذیب کی تعمیر وترقی کے میدان میں گامزن ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔

۵- یونیورسٹی میں طلبہ تحریک پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے کیونکہ ہر ملک میں دسیوں بلکہ سینکڑوں یونیورسٹیاں اور کالجز پائی جاتی ہیں، جہاں لاکھوں طلبہ اور طالبات پڑھتے ہیں۔

۶- یونیورسٹیوں اور کالجوں میں طلبہ تحریک انتاجی ہوتی ہے، جس کے ذریعہ صالح طلبہ اور طالبات، اپنے وطن کو فائدہ پہنچانے والے اور اپنی قوم کے مسائل پر توجہ دینے والے شہری پیدا ہوتے ہیں۔

۷- طالبات پر توجہ دینا ایک ضرورت ہے کیونکہ وہ معاشرے کی نصف آبادی ہیں، معاشرے کی تربیت اوراس کو پروان چڑھانے کا ستون طالبات ہی ہیں، یونیورسٹی کی طالبات میں کام کرنا انتاجی کاموں کے اہم پلیٹ فارموں میں سے ہے۔

۸- یونیورسٹی کا اوپن معاشرہ ہوتا ہے، اس میں طلبہ بہت سے اسباق اور اصول سیکھتے ہیں، اوران اصولوں کی تربیت لیتے ہیں، ان میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

آزادی، شوری، جمہوریت، آپسی گفتگو اور دوسروں کی رائے کا احترام، وطن سے محبت، احساس ذمے داری، مستقبل کی امید، امت کی خواہشات اور امیدوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لینا وغیرہ۔

۹- دوسروں کی بہ نسبت یونیورسٹی کے طلبہ کے پاس فارغ اوقات زیادہ ہوتے ہیں، طلبہ تحریک میں کام کرنے والوں کے لئے ان اوقات کو نوجوانوں کی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے والی مختلف اور متنوع سرگرمیوں اور کام کے مواقع کی فراہمی کے ذریعہ مفید چیزوں میں مشغول رکھنا ضروری ہے، تاکہ بگاڑ وفساد، انحراف اور مخرب اخلاق چیزوں سے ان کی حفاظت کی جائے۔

۱۰- یونیورسٹی میں آزادی رہتی ہے، اس میں تمام سیاسی رجحانات اور تمام اصحاب الرائے اور مفکرین اپنے خیالات کو پوری آزادی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

۱۱- یونیورسٹی میں طالب علم کو اپنے سینئر افراد مثلاً تدریسی عملے کے اراکین اور یونیورسٹی اور کالج کے منتظمین سے ملاقات کے بڑے مواقع ملتے ہیں، وہ ان سے علم کے ساتھ ساتھ زندگی کے تجربات بھی حاصل کرتا ہے۔

۱۲- طالب علم یونیورسٹی میں محاضرات، علمی مجالس، سیمیناروں، درس وتدریس اور ملاقاتوں وغیرہ کے ذریعے معاشرے اور حکومت کے ذمہ داروں سے ملاقات کرتا ہے۔

۱۳- یونیورسٹیوں میں طلبہ کے درمیان کام عملی ہوتا ہے، اس میں طلبہ دنیا بھر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں، تجربات کا تبادلہ کرتے ہیں، اور ان سے تعلقات قائم کرتے ہیں۔

۱۴- پختہ اور طاقت ور طلبہ تحریک طلبہ کی حفاظت کرتی ہے، ان کے ذہنوں کو انحراف اور اخلاقی بگاڑ سے محفوظ رکھتی ہے اور معاشرے میں موجود انحراف اور بگاڑ کے دھاروں کا مقابلہ کرتی ہے۔

۱۵- طلبہ ہی مستقبل کی نسل ہیں، جب طلبہ (جن میں طالبات بھی شامل ہیں) کی تربیت اور اصلاح پر مکمل توجہ دی جاتی ہے، تو یہ صالح نسل امت کے مستقبل کو سنوارتی ہے اور اس کا پرچم بلند کرتی ہے۔

(۳) طالبات میں تحریکی کام:

طالبات میں کام کرنا طلبہ تحریک کے اہم میدانوں میں سے ہے، کیونکہ عورتیں مردوں کی طرح ہی مسئول اور ذمہ دار ہیں اور ان پر توجہ دینا دراصل مستقبل کی نسل کی ماؤں پر توجہ دینا ہے، اکثر معاشروں میں طالبات کی تعلیم پر بڑی توجہ دی گئی ہے، اس توجہ کی وجہ سے دنیا کی اکثر یونیورسٹیوں میں طالبات کی تعداد طلبہ کے برابر، بلکہ بعض یونیورسٹیوں میں طلبہ سے زیادہ ہے۔

طلبہ تحریک کے تئیں طالبات کے جذبات طلبہ کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتے ہیں، کام میں محنت وکوشش اور عزم میں پختگی طالبات میں زیادہ ہوتی ہے، اپنی سہیلیوں کے ساتھ ان کے معاشرتی تعلقات زیادہ گہرے اور پختہ رہتے ہیں، مناقشہ اور بحث کی صلاحیت طالبہ میں طالب علم کے مساوی، بلکہ بعض مرتبہ زیادہ ہوتی ہے اور اپنی سہیلیوں کو اپنے افکار پر مطمئن کرنے، ان کو اپنی طرف مائل کرنے اور طلبہ تحریک وتخلیقی کاموں کے لئے ان میں رغبت ودلچسپی پیدا کرنے میں زیادہ مؤثر ہوتی ہیں۔

طالبات کے میدان میں کام کرنے کے مقاصد اور وسائل طلبہ میں کام کرنے کے مقاصد ووسائل سے زیادہ مختلف نہیں ہیں، لیکن طالبہ کو مستقبل کی ذمہ داریوں کے لئے تیار کرنے کے خاطر کچھ زائد مقاصد ہیں، عورت کی طبیعت کے مناسب، اس کی فطری نسوانیت کے مطابق اور معاشرے کی عادتوں وطور طریق کے تحفظ کے اعتبار سے کچھ مخصوص وسائل بھی ہیں۔

طالبات میں کام کرنے کے لئے چند مشورے وھدایات:

(۱) طالبات پر جتنی توجہ دی جاسکتی ہے، اتنی توجہ دینا طلبہ تحریک کے ذمہ داروں کے لئے ضروری ہے، اس کی کامیابی کے لئے زیادہ محنت کرنا، اپنا وقت دینا اور اس کی نگرانی کرنا بھی ضروری ہے۔

(۲) طلبہ تحریک میں طالبات میں کام کرنے کے لئے ایک مخصوص کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے، یہ کمیٹی منصوبے بناتی ہے، منصوبوں کی اصلاح کرتی ہے، اور ان منصوبوں کو نافذ کرنے کی کوشش کرتی ہے، یہ کمیٹی اس میدان میں کام کرنے والی خواتین کی نگرانی اور تربیت کرتی ہے اور مستقبل کی ذمہ داریوں کے لئے تیار کرتی ہے، اسی کے ساتھ طالبات کی نگرانی بھی ضروری ہے، وارڈن بھی تجربہ حاصل کرنے کے لئے ان کے کاموں کی نگرانی کریں، تاکہ وہ طالبات کو اپنی صف میں شامل کرنے کا کام آسانی کے ساتھ کرسکیں اور ان کا اثر زیادہ ہو اور فائدے زیادہ حاصل ہوں۔

(۳) طالب علم کے ساتھ طلبہ کے تمام اداروں مثلاً انجمنوں اور

تحریکی کمیٹیوں وغیرہ کے انتظام میں طالبات کو بھی شریک کیا جائے، اسی طرح طالب علم کے ساتھ طلبہ کے سرگرم وسائل کو تیار کرنے اوران کو نافذ کرنے میں شریک کیا جائے مثلاً: دورے، کیمپ، نمائشات، ورزشی کیمپ اور فنی وثقافتی پروگرامات وغیرہ۔

(۴) طالبات اپنی فطرت کے مناسب اور اپنی خصوصیات کی رعایت کرتے ہوئے دوسرے پروگراموں کا بھی انتظام کریں۔

(۵) طلبہ تحریک کے ذمہ داروں کے لئے ضروری ہے کہ طالبات میں کام کرنے میں تربیتی پہلو پر بھی توجہ دیں، اس کے لئے منصوبے بنائیں اور اس کے نفاذ کی نگرانی کرتے رہیں تا کہ مستقبل کی نسل کی بہترین تربیت کرنے والیوں کو تیار کیا جائے۔

(۶) طالبات کی بورڈنگ کا شمار تحریکِ طالبات کے اہم مراکز میں ہوتا ہے، یہ طالبات کا دائمی کیمپ ہوتا ہے، یہاں روزآنہ آپس میں ایک دوسرے کی ملاقاتیں ہوتی ہیں اور وہیں طالبات اوران کے میدان میں کام کرنے والیوں کے درمیان بھی ملاقاتیں ہوتی ہیں اور یہ طالبہ کی فراغت اور مستقبل کے ذمہ داریوں کے لئے اس کو تیار کرنے کا بہت اہم تربیتی گہوارہ ہے۔

(۶) طالبات کے میدان میں کام کرنے والی ممتاز طالبات کی ہمت افزائی کی جاتی ہے اور ان پرخصوصی توجہ دی جاتی ہے اور معاشرے کی ضرورت کے مطابق ان کی صلاحیتوں کو صحیح سمت دی جاتی ہے،خصوصاً تعلیم وتربیت، طب ونرسنگ اور انسانی علوم وفنون کی طرف ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔

(۷) صلاحیتوں اور قابلیتوں کا انکشاف، ان کی ہمت افزائی کرنا اوران کو ترقی دینا بھی ضروری ہے، اسی طرح ان میدانوں میں باصلاحیت افراد کو لگانا بھی ضروری ہے، جن سے طالبات کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور انتاجی صلاحیتوں سے معمور ان کے بہترین مستقبل کی ضمانت ملتی ہے۔

(۸) جس طرح طلبہ تحریک میں طلبہ کی حلقوں میں قیادت کی تیاری پرتوجہ دی جاتی ہے، اسی طرح طالبات کے حلقوں میں بھی قیادت کی تیاری پر توجہ دی جاتی ہے، بلکہ کبھی کبھار طالبات کی قیادت پر زیادہ توجہ دینا ضروری ہے، کیونکہ معاشرے میں جس طرح مردوں میں قائدین کی ضرورت پڑتی ہے، اس سے زیادہ عورتوں میں قائدین کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۴) **تدریسی وفود**:

یہ طلبہ تحریک کے اہم میدانوں میں سے ہے، کیونکہ تدریسی وفود میں آنے والے طلبہ اپنے ملکوں کے سفیر ہوتے ہیں، دنیا کے مختلف علاقوں سے یہ نوجوان علم کے حصول اور حال اور مستقبل میں ان کو فائدہ پہنچانے والے تجربات حاصل کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں، جب یہ اپنے ملک واپس ہوتے ہیں تو ان میں سے اکثر طلبہ اپنے معاشروں میں بااثر عہدوں پر فائز ہوتے ہیں اور چندہی سالوں میں ان کی اکثریت اپنے ملک میں منصوبے اور پالیسیاں طے کرنے والی کمیٹیوں تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

اسی وجہ سے تدریسی وفود پرتوجہ دینا ضروری ہے، صرف افراد کی اصلاح ہی کیلئے نہیں بلکہ دنیا کے مختلف علاقوں اور حکومتوں ومعاشروں کی اصلاح کے لئے بھی ان پر توجہ دینا ضروری ہے، اسی کے ذریعے روشن افکار اور صحت منداقدار پوری دنیا میں پھیلائے جاسکتے ہیں۔

جب طالب علم پردیس میں آتا ہے تو اپنی مدد کرنے اوراپنی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر وحشت وتنہائی دور کرنے، اپنے سے مانوس ہونے اور مشورہ دینے والے کا منتظر اور متلاشی رہتا ہے، اسی وجہ سے اس کو طلبہ تحریک میں کام کرنے والوں کی طرف سے تعاون کی ضرورت رہتی ہے، شکریے کے جذبے کے ساتھ وہ تعاون قبول کرتا ہے، اس کے بعد وہ بہت ہی آسانی کے ساتھ طلبہ تحریک میں پوری سرگرمی کے ساتھ شریک ہوتا ہے اور اس کی فکر میں پختگی آتی ہے۔

❁❁❁❁

جائزہ

اپنے ایمان کی حفاظت کرو!

مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ، روحانی اور مادی دونوں انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان اور علم کی ایسی شمع روشن کی کہ جس کی کرنیں صرف مسلمانوں ہی کے لیے مشعل راہ ثابت نہیں ہوئی بلکہ غیروں کی ذہنی اور فکری سطح کو جلاء بخشا اور ہوا، آگ، پتھر کو جو معبودیت کا درجہ دے رکھا تھا جس کی وجہ سے اس پر تحقیق، ریسرچ اور تجربہ نہیں کر رہے تھے اب وہ ذہنیت پاش پاش ہو گئی، اگرچہ اس کی ظاہری صورت باقی ہے مگر حقیقی صورت باقی نہیں رہی، مگر یہ بات پیشِ نظر رہے کہ آپ کا اصل مشن تھا انسانوں کو روحانیت کے معراج پر پہنچانا، دنیا سے استفادہ کرتے ہوئے نہ کہ دنیا سے کٹ کر اور رہبانیت اختیار کر کے، یہی دین اسلام کا اہم امتیازی پہلو ہے، اسی لیے دنیوی ترقی کی پہلی اینٹ اور اس کی بنیاد مسلمانوں نے ہی ڈالی، فلکیات کے میدان میں ہو، انجینئری کے میدان میں ہو، اسلحہ سازی کے میدان میں ہو، سب سے پہلے مسلمانوں کا ہی قدم رنجہ ہوا، اور سب برکت تھی اسلام پر عمل پیراں رہنے اور قرآن وحدیث سے وابستہ رہنے کی، اس دور کے مسلمانوں کے یہاں اسلام ایمان اور اس کے تقاضوں کو ہر حالت میں ترجیح دی جاتی تھی، جب کہ آج معاملہ برعکس ہو چکا ہے؛ اسلام اور ایمان پر عمل ہو یا نہ ہو دنیوی ترقی ہونی چاہیے، اس فکر نے ہمیں قعر مذلت میں ڈھکیل دیا ہے، تو آیئے ہم معلوم کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں یہ فکر اور غلط انداز کیسے پیدا ہوا؟ یہ کوئی اتفاقی صورت حال نہیں ہے بلکہ ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

ساتویں صدی سے لے کر اٹھارھویں صدی تک یعنی گیارہ سو سال تک دنیا پر اسلام کا غلبہ رہا، کیوں کہ اس عرصے میں خلافت اسلامیہ باقی تھی، اگر کسی خطے میں خلافت کا اثر ورسوخ کمزور ہو جاتا تو اللہ کسی دوسرے خطے میں اس کو مضبوط انداز میں کھڑی کر دیتا، خلافتِ راشدہ کے بعد خلافت بنوامیہ اور بنوامیہ کے بعد عباسیہ اور خلافت عباسیہ کے بعد خلافت عثمانیہ، اس طرح ۱۹۲۳ء تک خلافت کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا، اس دوران چھوٹی چھوٹی حکومتیں اور خلافتیں بھی مختلف خطوں میں قائم ہوتی رہیں، جن کے اثرات اور اسلام کے لیے خدمات بھی کوئی معمولی درجہ کی نہیں تھی، بلکہ ان کے کارنامے بھی آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، مگر یہ سب اس حالت میں تھا کہ مسلمان عوام و خواص چاہے وہ علما ہوں یا سیاست داں، اسلام سے ان کا ربط بہت گہرا ہوتا تھا، اسلام اور اس کے تقاضے ان کے نزدیک ہر حالت میں راجح ہوتے تھے، وہ اس کے خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں، قرنِ اول میں حضرات صحابہ میں خلفاء راشدین، عشرۂ مبشرہ، اصحابِ بدر واُحد وخندق، حضرت حمزہ، حضرت مصعب، اس کے بعد ابوعبیدہ ابن الجراح، زید بن حارثہ، جعفر الطیار، سعد ابن ابی وقاص، اسامہ ابن زید، براء ابن مالک، حضرت ابودجانہ، حضرت زید ابن الخطاب، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عمرو بن عاص، حضرت خالد ابن ولید وغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اس کے بعد تابعین میں حضرت عقبہ بن نافع، مہلب ابن صفرہ، اس کے بعد کے ادوار میں، موسیٰ ابن نصیر، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، سیف الدین القطز، نورالدین زنگی، اسدالدین شیرکوہ، صلاح الدین ایوبی، عثمانی خلافت

کے دور میں محمد الفاتح اور خان بایزید، سلطان سلیم، محمود غزنوی، ٹیپو سلطان وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) مگر افسوس کہ آج ہماری نسل ان کے حالات تو دور رہیں، ان مجاہدین اسلام کے نام تک نہیں جانتی، حالانکہ اسباب ظاہریت کے درجہ میں ہم تک اسلام انہیں کی بے مثال قربانیوں کے طفیل پہنچا ہے، اگر ہمارے یہ اسلاف چاہے وہ علما کی جماعت میں سے ہو یا مجاہدین کی جماعت میں سے، علماء میں مثلاً حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت علقمہ نخعی، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عروہ بن زبیر، امام زہری، حضرت امام سفیان بن عیینہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی، امام محمد ابن سیرین، حضرت مجاہد، حضرت مسروق، امام محمد ابن ادریس الشافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، امام احمد ابن حنبل، امام حسن بن زیاد، امام زفر ابن ہزیل، امام محمد بن اسماعیل البخاری، امام مسلم القشیر ی، امام ابوداؤد السجستانی، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام طحاوی، امام دارقطنی، امام دارمی، امام عبدالرزاق، امام ابن ابی شیبہ، امام جریرطبری، امام جصاص، امام یحی ابن معین، امام یحی القطان، حضرت داؤد طائی، امام ابوالحسن القدوری، امام ابن قدامہ مقدسی، امام غزالی، امام ابن دقیق العید، امام عزالدین ابن عبد السلام، امام ابن کثیر، امام حجر عسقلانی، امام بدرالدین العینی، امام جلال الدین سیوطی، زرین ابن نجیم الموی، امام نسفی، ملاعلی قاری، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام مجدد الف ثانی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، شاہ رفیع الدین، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

خلاصہ یہ کہ مسلمان عہد قدیم میں اسلام کے ساتھ خوب وابستہ تھا، اسلام اور ایمان کے خاطر مر مٹنے پر ہمیشہ تیار رہتا تھا، مگر دشمن نے مسلمانوں کی طاقت اور غلبے کا راز معلوم کیا اور پھر اس نے اسی اعتبار سے یلغار کی، متاخرین مؤرخین اور باحثین کا عام رجحان ہے کہ ایمان پر ڈکیتی کا آغاز ساتویں صلیبی جنگ کے بعد ہوا، جب فرانس کا بادشاہ ۱۲۴۹ء میں گرفتار ہوا اور اسے فدیہ دے کر چھڑا لیا گیا، اگر چہ وہ دوسرے حملے میں قتل کر دیا گیا، مگر گرفتاری کے بعد منصورہ، مصر کے جیل خانے میں وہ یہی سوچتا رہا کہ آخر مسلمانوں میں وہ کونسی طاقت ہے جس کی بنیاد پر وہ شکست کھانے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتا، کیسے بھی حالات کیوں نہ ہو، وہ ہر حالت میں تن، من، دھن کی بازی لگا دیتا ہے، تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز ان کا مضبوط اور غیر متزلزل ایمان، قرآن وحدیث سے ان کی وابستگی اور والہانہ تعلق، اس کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ، فقہ اسلامی اور اسلامی اخلاق، اطوار وعادات اور تہذیب وثقافت کی مکمل پیروی اور تقلید ہے۔

پس اسی کے بعد انہوں نے اسلام کے خلاف میدان جنگ بدل دیا، اب انہوں نے مسلمانوں کے اوپر بدنی اور جسمانی حملے کے بجائے عقیدے اور سلوک پر حملے کی تیاری شروع کر دی، انہوں نے مسلمانوں کی جان کے بجائے ایمان سلب کرنے کا منصوبہ بنایا جو پہلے کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہلاکت خیز ثابت ہوا، جس کے اثرات بیسوی صدی کے اوائل ہی نہیں، بلکہ انیسویں صدی کے اواخر سے ظاہر ہونے لگے تھے، کس طرح اس کے منصوبے تیار ہوتے آئے، مراحلہ وار ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

عبداللہ ابن عبد الرحمٰن الجربوع فرماتے ہیں: تاتاری اور صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف شکست کے بعد انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کو طاقت اور ہتھیار کی بل بوتے پر شکست دینا ناممکن ہے، لہٰذا کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے ان کے ایمان میں ضعف پیدا ہو، وہ قرآن وحدیث سے کٹ جائے، خلافت اسلامیہ کا خاتمہ ہو جائے اور جہاد کی عظمت ان کے دلوں سے نکل جائے، لہٰذا اب انہوں نے اسی اعتبار سے تیاری شروع کی، ایمان پر ڈکیتی کے لیے انہوں نے جو راستہ اختیار کیا، اسے تین مرحلے میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) مرحلۃ الاعداد
(۲) مرحلۃ الاستعمار
(۳) مرحلۃ مابعدالاستعمار۔

مرحلة الاعداد:

یعنی اسلامی تعلیمات سے مسلمانوں کو دور کرنے کی ابتدائی کوششیں اور تیاریاں ویسے تو مغرب کے ذہین افراد کے لیے اندلس میں فن و ہنر میں مسلمانوں کے ساتھ زانوئے تلمذ طے کرنے کے بعد مغرب کی جانب لوٹتے ہیں، یعنی پندرھویں صدی سے اسلام کو ختم کر کے اپنا سکہ جمانے کی کوششیں شروع کر دی تھی، مگر یہ کام اتنا آسان نہ تھا، لہٰذا ابتدائی مرحلے میں مغرب نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی، تا کہ آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائے اور پھر ہم ان پر مسلط ہو جائیں، اس کے لیے انہوں نے قومیت کو ہوا دینا شروع کیا، صدیوں کی مسلسل محنت کے بعد وہ اس میں کامیاب ہوئے، اس طور پر کہ خلافت عثمانیہ کے زیر نگیں مختلف خطوں میں ''علاقایت'' اور ''قومیت''، ''لسانیت''، ''وطنیت''، ''عربیت''، ''ترکیت'' کے بت پوجے جانے لگے، یہ سب آپ ہی آپ نہیں ہو رہا تھا، بلکہ ایک منصوبہ بند طریقہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرا جا رہا تھا، یہ سب اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے دوران ہو رہا تھا، یہاں تک کہ ایک ایک کر کے چند نا عاقبت اندیش منافق، مفاد پرست مسلمانوں ہی نے خلافت سے کٹنا شروع کر دیا، جس کا آغاز محمد علی سے ہوا اور اختتام ۱۹۲۳ء میں اتا ترک ملحد کے خلافت کے خاتمہ کی اعلان پر ہوا؛ جس نے ''ترکیت'' کا نعرہ لگایا اور چند عرب قوم پرست رہنماؤں نے ''عربیت'' کا نعرہ بلند کر کے مسلمانوں کو گمراہ کیا، اس طرح اسلامی متحدہ خلافت تقریباً پچاس حصوں میں بکھر کر رہ گئی، جو تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ شمار کیا جاتا ہے۔

مرحلہ استعمار:

اب جب اہل کتاب نے دیکھا کہ ان کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور مسلمانوں کا اتحاد پاش پاش ہو چکا ہے، تو اس نے مسلمانوں کی کمزوری کا فائدہ اٹھانا چاہا، انگریز فرانس پرتغالی، یہ سب اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ صنعتی انقلاب کے بعد اسلامی ممالک میں داخل ہو ہی چکے تھے، اب آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے قدم جمانے کے بعد ان اسلامی ملکوں پر قبضہ شروع کر دیا، پہلے حکومت میں دخیل ہوئے اور بعد میں موقعہ پا کر قابض ہو گئے، اس طرح بڑی تعداد میں اسلامی ممالک ان کے شکنجے میں آ گئے۔

اسلامی ممالک پر تسلط کے بعد سب سے پہلے انہوں نے مقبوضہ ممالک میں اسلامی قوانین کو ختم کر کے مغربی قوانین کو نافذ کر دیا اور اس کے بعد نصاب تعلیم کو سیکولر بنا دیا، جس سے مسلمانوں پر بڑے بدترین اثرات مرتب ہوئے، مسلمان جہاد سے دور ہو گئے، اسلامی غیرت وحمیت رخصت ہو گئی، نصاب تعلیم میں ''مادیت'' کو رائج کر دیا اور دوسری جانب مختلف اپنے ایجنٹوں کو کھڑا کیا، کہیں قادیانی کو، کہیں باب اللہ کو، کہیں بہاؤ اللہ کو اور ان کا مکمل مالی وقانونی تعاون کیا، کہیں جمال الدین افغانی، محمد عبدہ رفاعہ، طہطاوی احمد امین، طٰہٰ حسین کو، کہیں سرسید، چراغ علی، غلام احمد پرویز، تمنا عمادی، عبد اللہ چکڑالوی، عبداللہ جیراجپوری، محمد ابوریہ، عبدالرزاق وغیرہ کو کھڑا کیا اور ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا، کسی نے الوہیت کا دعویٰ کیا، کسی نے معجزات کا انکار کیا، کسی نے غیبیات کا انکار کیا، کسی نے حجیت حدیث کا انکار کیا، کسی نے جمہوریت کو خلافت پر ترجیح دی، کسی نے سرمایہ داریت کو اسلامی معیشت پر ترجیح دی، کسی نے اشتراکیت کو عین اسلام قرار دیا، کسی نے نظریۂ ارتقاء کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، یہ سب کچھ انیسویں صدی کے اواخر سے لے کر بیسویں صدی کے اوائل میں ہوا، ہر چہار جانب سے اسلام پر زور دار حملے ہوئے، ایک طرف میدان سیاست میں خلافت کے مقابلہ جمہوریت سے، دوسری جانب اسلامی نظام معیشت کے مقابلہ میں سرمایہ داریت سے، تیسری جانب تعلیم کے میدان علم دنیا سے، چوتھی جانب عقائد اور مذہب کے باب میں توحید وشریعت کے مقابلے میں الحاد، لادینیت سیکولرزم، لبرلزم، ہیونزم، ملیٹر لزم (میرلزم) فرائڈزم، ڈرونز م، دیموکریٹی وغیرہ سے حملے ہوئے؛ یہ سب درحقیقت ایمان ویقین میں تزلزل پیدا کرنے والے افکار ونظریات، قرآن وحدیث، فقہ، اصول، قواعد فقہ، تفسیر وغیرہ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو اس جانب جانے کی

کوئی ضرورت نہیں تھی، مگر ایک ماسٹر پلان کے ذریعہ تعلیم تحقیق ریسرچ تہذیب وثقافت کلچر کے نام پر اسے میڈیا کے ذریعہ خوب عام کیا گیا، یہاں تک کہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی مغربی افکارونظریات کومسلم قرار دیا جانے لگا اور اسلامی عقائد پر مسلمان بھی شک کی نگاہ سے دیکھنے لگا، فقہ بھی اس کے نزدیک دریابرد کرنے کے قابل قرار پایا اور ہر میدان میں مغرب کی غلامی، افکار میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، سینما، کالج اور اخبارات و جرائد کے ذریعہ عام کیے جانے لگے؛ اس طرح ان افکار نے ایمان واسلام کو وائرس اور دیمک کی طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں کھوکھلا کردیا۔

قادیانی، بہائی، بابی، نیچری، قرآنی جیسے فرقے کھڑے ہوئے، ان کی کوشش فریضۂ جہاد کے انکار کی رہی؛ یہ بات ان عام فرقوں میں قدرِمشترک طور پر پائی جاتی ہے؛ اس لیے کہ یہ سب ایک ہی گروہ کی پروردہ تھے اور عقائد میں شکوک وشبہات کے بعد اور غیبیات کے انکار کے بعد، اس کا انکار کوئی بڑی بات نہ رہی، اس کے بعد آج بھی گوہر شاہی، وحید الدین خان اور جاوید غامدی وغیرہ ہمیشہ اسی کوشش میں سرگرداں ہیں کہ امت جہاد کے لیے کھڑی نہ ہونے پائے۔

مرحلہ ما بعداستعمار:

اب ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، وہ، وہ دور ہے جس میں اگرچہ اسلامی ممالک آزاد ہوئے ۶۰ ؍ سے متجاوز ہو چکے، مگر اب تک فکری غلامی سے آزادی حاصل نہیں ہوئی، کیوں کہ مغرب ان اسلامی ممالک میں ایسی حکومتیں قائم کرتا ہے جو ممالک پورے طور پر مغرب کے باج گزار ہوتے ہیں مثلاً کمال (زوال) اتاترک، انور سادات، جمال عبدالناصر، اسدالبشار، حسنی مبارک، بےنظیر بھٹو، حسینہ واجد، محمود عباس وغیرہ، یہ سب مغرب سے تعلیم یافتہ ہیں، یہ برائے نام مسلمان ہوئے ہیں، حقیقت کے اعتبار سے، شیوعیت وغیرہ کے حامی اور پرزور مؤید ہوئے ہیں، ان کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

کس طرح ایمان کو کمزور کیا گیا؟

(۱) مغرب عالم نے اپنے دورِاقتدار میں عالم اسلام کے چپہ چپہ پر اپنے طرز کے اسکول کا نظام عام کردیا، جس میں سائنس کے نام پر غیر مصدقہ سائنسی نظریات کی تعلیم پرائمری سے لے کر گریجویشن تک دی گئی اور اب بھی دی جارہی ہے مثلاً ''نظریۂ ڈارون''، ''نظریۂ فرائیڈ'' وغیرہ؛ ان نظریات کوتسلیم کرانے کے بعد مسلمان، مسلمان باقی نہیں رہتا، ایمان واسلام سے ہاتھ دھوبیٹھتا ہے اور اسے اس کا احساس تک نہیں ہوتا، یہی ایمان کے لئے دیمک اور مہلک وائرس کے ہم معنی ہے۔

(۲) مغرب نے الحاد، بے دینی یا عیسائیت کی، عالم اسلام میں فروغ دینے کے لئے رفاہی امداد کا سہارا لیا، مالی امداد وخرچ وغیرہ امداد دے کر غریبوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی گئی اور کی جارہی ہے۔

(۳) ذہین اور مالدار مسلمان نوجوانوں کو اعلی تعلیم کے لئے مغرب کی کالجوں مثلاً آکسفورڈ کیمبریج وغیرہ لے جانا اور پھر وہاں ان کی ذہن سازی کرنا اور انہیں عیش کا عادی بنا کر اپنا ہمنوا کرنے کے بعد اپنے ملک کی سربراہی پر بیٹھادینا، پھر اپنے تئیں اسے اپنا آلۂ کار بنا کر اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ان سے کام لینا۔

(۴) عالم اسلام کی نظام تعلیم پر خاص طور پر اور پورے عالم کے نظام تعلیم پر عام طور پر کڑی نگاہ رکھنا اور تعلیمی نصاب ایسا تجویز کرنا کہ جس سے طالب علم دین سے متنفر ہوجانے اور بے دینی کو ترجیح قرار دے کر مذہب کی تاریخی توجیہ کرنا کہ پہلے مذہب نہیں مذہب بعد کی پیداوار ہے، آخرت کوئی چیز نہیں، اصل دنیا ہے اور مذہب ایک بڑا نجی مسئلہ ہے اس پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں تعلیم کو خدمت کے لے جانے کاروبار کے طور پر متعارف کروایا، کھیل کو دتعلیم کا جزو لاینفک قرار دیدیا، وحی کا انکار اور عقل اور تجربہ کو حق وصداقت کے لئے معیار قرار دینا، دین کو دنیا کی ترقی کیلئے روڑا سمجھنا، اسلامی نظریات کو مغربی نظریات کے تابع کرنا، آزادی کے نام پر دین میں نااہل ہونے کے باوجود دخل اندازی کرنا، علماء اور دین پر عمل کرنے والوں کو حقیر سمجھنا اور یہ تصور کروانا کہ اسلام عصر حاضر کے مطابق نہیں، سود کو ترقی کیلئے لازم تصور کرنا، سنتوں کو قدیم عربی رسم ورواج کا نام دینا، اہل مغرب کو مذہب اور مسلمانوں کو غیر مذہب ثابت کرنا اور یہ

باور کروانا کہ ترقی کا پورا مدار سائنس اور ٹیکنالوجی پر ہے؛ نماز کے لیے وقت نکالنا العیاذ باللہ تضیع اوقات کے مترادف ہے، زکوٰۃ اور ٹیکس کو ایک سمجھنا، قربانی، حج اور عمرہ میں خرچ کی جانے والی رقم کو بیکار سمجھنا، اس کے بجائے غریب، بیوہ کو رقم دینے کو صحیح سمجھنا، سیاست اور دین کو الگ الگ ثابت کرنا، پارلیمنٹ کو حلال وحرام کی اجازت دینا، الٰہی قانون کے بجائے وضعی اور خود ساختہ قانون کو ترجیح دینا، فیشن پرستی پر مبتلا کرنا، فوٹوگرافی کو معمولی تصور کروانا، ایسا لباس عام کرنا، جس سے بدن کی ساخت ظاہر ہو جائے، عورت کو آزادی کے نام پر بے پردے کرنا، کلچر کے نام پر مختلف ڈیز کو رواج دینا، جیسے ویلنٹائن ڈے، برتھ ڈے وغیرہ، میوزک کو راحت روح تصور کروانا، جس کو ہم روزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، بلکہ مغرب اور حکومت کو خوش کرنے کیلئے، اب اگر کوئی ان مذکورہ امور کے خلاف لکھتا ہے تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو چھوڑیے، دنیا پرست علماء بھی اس کو سیکولرزم کے خلاف تصور کرتے ہیں اور ہمارے مخلص علماء بھی دبی دبی بات کرتے ہیں اور عین اسلام کے مطابق احکام کے بارے میں تاویلات شروع کردیتے ہیں، یہ سب ایمان کو برباد کرنے کے راستے ہیں۔

(۵) میڈیا کے ذریعہ فحاشی، عریانی اور بے دینی کو عام کرنا ایسی ایسی فلمیں بنانا جس میں دینداروں کا مزاق اڑایا گیا ہو اور دین کے پرخچے کردئے گئے ہوں، اسی میڈیا نے تخریب اخلاق و بے دینی کے عام کرنے میں سب سے بڑا رول ادا کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تعلیم، تہذیب اور میڈیا گویا نام ہے اب دین کو برباد کرنے کا، اب بھی مسلمان بیدار ہو جائیں اور جان لیں کہ اصل آخرت ہے دنیا نہیں، اصل رضاء الٰہی ہے منصب نہیں، اصل دین ہے بے دینی نہیں؛ ان تمام مذکورہ راستوں سے اجتناب ایمان کو بچانے کے لیے لازم ہے، اللہ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں ایمان کے ساتھ موت عطا فرمائے اور ہمارا حشر، قیامت کے دین، ابرار، انبیاء اور صلحاء کے ساتھ کرے۔ آمین یارب العالمین!

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اهم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو)
۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو)
۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی)
۵- رہنمائے سلوک وطریقت ۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتھا
۷- الامامۃ فی الصلاۃ ومسائلہا واحکامہا
۸- التدخین بین الشرع والطب ۹- حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپئے
۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ ۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ
۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
۱۴- تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید
۱۶- مقالات ومشاہدات ۱۷- مکتوبات اکابر
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول
۱۹- افکار دل (۳۰/تقریروں کا مجموعہ)
۲۰- تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ
۲۱- مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ
۲۲- سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۳- میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات)
۲۴- قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت
۲۵- لڑکیوں کی اصلاح وتربیت
۲۶- تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری
۲۷- نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا
۲۸- ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ
۲۹- تصوف اور اکابر دیوبند
۳۰- امامت کے احکام ومسائل
۳۱- فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات
۳۲- اللہ ورسول کی محبت ۳۳- ماں باپ اور اولاد کے حقوق
۳۴- عقائد اور ارکان اسلام ۳۵- سيرة النبی الأکرم
۳۶- القاديانية ثورة على النبوة المحمدية
۳۷- Rules of Raising Funds ۳۸- Beliefs and Pillars of Islam
۳۹- A Short Biography of Prophet Muhammad
۴۰- The Rights of Perents and children

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058 - 09719639955

سفرنامہ

بزرگوں کی چند بستیوں میں حاضری

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

۲۱/اگست ۲۰۱۵ء جمعہ کے روز علی الصباح راقم الحروف کا اپنے مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے رئیس محترم مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کے ایماء پر جامعہ فلاح دارین الاسلامیہ بلاسپور، مظفرنگر مہمانوں کے استقبال کے لئے جانا ہوا، تاکہ مہمانوں کو مرکز میں لایا جائے، مہمانوں کی خواہش تھی کہ پہلے چند بزرگوں کی بستیوں میں حاضری دی جائے، اس لئے ترتیب یہ بنائی گئی کہ پہلے تھانہ بھون، جھن جھانہ، پھر رائے پور جایا جائے، اور شام کو مرکز مظفر آباد میں قیام کیا جائے، ہمارا یہ قافلہ پانچ افراد پر مشتمل تھا، جن میں راقم کے علاوہ ممبئی کے مشہور تاجر اور بزرگ صوفی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم (خلیفہ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ) کے صاحبزادے مولانا رشید احمد صاحب ندوی، ڈاکٹر محمد خالد صاحب، مولانا محمد ارشد صاحب مظاہری اور ہمارے ڈرائیور عزیزم محمد شاداب سلمہ تھے، بلاسپور سے صبح ۹/ بجے روانہ ہوئے، سب سے پہلے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون پہنچے، جہاں پر خانقاہ کے متولی اور ذمہ دار مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی اور ان کے بیٹوں سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پرتپاک استقبال کیا، تھوڑی دیر کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مزار پر حاضری ہوئی، جہاں فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کیا گیا۔

تھانہ بھون سے فارغ ہونے کے بعد جھن جھانہ کیلئے روانہ ہوئے، قصبہ میں داخل ہونے سے پہلے اپنی تشفی کے لئے ایک آدمی سے پوچھنے کے لئے جب ہم نے گاڑی رکوائی تو سامنے ہی موڑ پر جھنجھانہ کے مدرسہ ''نور محمدیہ'' کے ناظم مولانا سعید احمد صاحب ہمارا انتظار کر رہے تھے، شاید انہیں تھانہ بھون سے اطلاع ہوگئی تھی، چنانچہ مولانا نے ہم لوگوں کو فوراً پہچان لیا اور دوڑتے ہوئے ہماری گاڑی کی طرف آئے، سلام مصافحہ ہوا، پھر مولانا بھی ہماری گاڑی میں بیٹھ گئے اور ہم لوگوں کو سیدھے حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ (ولادت ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء-متوفی ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۳ء) کے مزار پر لے آئے، اور میانجی نور محمد کی قبر پر فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کرنے لگے، میاں جی کی قبر کے سرہانے لگے ہوئے کتبے پر ایک طویل منظوم بھی منقش ہے، جو آپ کے اجل خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (ولادت ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء-متوفی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء) نے مرثیہ کے طور پر پیش کی تھی، اس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

شہر جھن جھانہ ہے اک جائے ہدیٰ　　مسکن وماویٰ ہے اس جا آپ کا
مولد پاک آپ کا ہے اور مزار　　اس جگہ کو تو جان لے اے ہوشیار!
اعتقاد دل سے جو جائے وہاں　　اس پر سب اسرار باطن ہوعیاں
چاہئے تجھ کو اگر وصل خدا　　سایۂ نور محمدیہ میں تو آ

میانجی نور محمدؒ کی قبر پر سارے ساتھی کچھ دیر تک فاتحہ خوانی کرتے رہے، راقم کا دل بھی وہاں سے ہٹنے کو نہیں چاہ رہا تھا لیکن ہمارے رہبر مولانا سعید صاحب ہم لوگوں کو وہاں سے جلدی لے آئے اور کہنے لگے کہ دیکھو یہ دوسرا مزار شاہ محمود سبزواری کا ہے، جنہوں نے اس جھن جھانہ کو فتح کیا تھا، راقم نے ان کے بارے میں مزید معلومات کی تو انہوں نے بتلایا کہ جھنجھانہ میں ایک متکبر اور متشدد ہندو راجہ رہتا تھا، وہ یہاں کے لوگوں پر ظلم کرتا تھا، اس کی بہت سی حرکتیں ایسی تھیں جو گھناؤنی تھی جس سے یہاں کے سارے لوگ پریشان تھے، چنانچہ انہوں نے اس سے جنگ کی تھی اور اس ظالم شخص سے لوگوں کو نجات دلائی تھی، یہ انہی کا مزار ہے، شاہ محمود سبزواری (خراسانی) کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا مزار چار جگہوں پر ہے، اس کی حقیقت کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہی صحیح جانتا ہے، مگر ایک

کتاب میں لکھا ہے کہ ان کا پہلا مزار تو کرنال ہے، جہاں آپ کی شہادت کی انگلی دفن ہے، دوسرا مزار آپ کا جھنجھانہ ہے، جہاں پر آپ کا سر دفن ہے، تیسرا مزار آپ کا بَنَٹ میں ہے، جہاں پر آپ کا داہنا ہاتھ دفن ہے او رچوتھا مزار آپ کا بڈھانہ میں ہے جہاں پر آپ کے جسم کا بقیہ حصہ دفن ہے، راقم نے دیکھا کہ ان کی قبر پر بھی کچھ لوگ مراقبہ کئے ہوئے تھے، راقم نے بھی فاتحہ پڑھی اور ایصال ثواب کیا، یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مولانا سعید احمد صاحب سے جھنجھانہ کی تاریخ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنی چاہی تو انہوں نے بتلایا کہ دراصل یہاں پر ایک جھن جھن نامی راجہ رہتا تھا، اسی کے نام سے جھن جھانہ موسوم ہوا، آپ کو یہ جو عمارت نظر آرہی ہے، یہ اسی کا قلعہ تھا، جس کے آثار آج بھی موجود ہیں، اس وقت جھنجھانہ کا موجودہ تھانہ اسی قلعہ میں ہے، مزار کے باہر ایک بہت وسیع وعریض کنواں ہے، انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ اس کنواں کے اردگرد راجہ کا گھوڑا چکر لگاتا رہتا تھا، اس سے کچھ ہی فاصلہ پر ایک دوسرا کنواں بھی ہے، جس کے بارے میں بتلایا کہ اس میں ایک سرنگ ہے جس کا راستہ سیدھے راجہ کے قلعہ کے اندر جاتا ہے اور یہ سرنگ آج بھی موجود ہے۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ہم سب ساتھی جھنجھانہ کے مدرسہ ''نور محمدیہ'' میں گئے، جہاں پر جمعہ کی نماز ادا کی، اس کے بعد مدرسہ کے ذمہ دار اور مہتمم مولانا محمد اکرم صاحب رشیدی سے ملاقات ہوئی، بڑی محبت سے پیش آئے، اور مدرسہ ''نور محمدیہ'' کے متعلق تھوڑی سی روشنی ڈالی اور تین تین کتابیں ہم سبھوں کو ہدیہ میں پیش کیں، چونکہ دوپہر کا کھانا تھانہ بھون میں تھا، اس لئے جھن جھانہ سے سیدھے ہم لوگ تھانہ بھون واپس آ گئے اور دوپہر کا کھانا کھایا، اس کے بعد مولانا نجم الحسن تھانوی نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی قیام گاہ دکھلائی، جہاں پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پرانی یادگاریں ہیں، وہی پرانہ بیت الخلاء، وہی پرانی خلوت گاہ اور وہی پرانی عبادت گاہ دکھلائی، اس کے بعد حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ اور حافظ ضامن شہیدؒ کی خلوت گاہوں میں مولانا رشید احمد صاحب، ڈاکٹر محمد خالد صاحب اور راقم یکے بعد دیگرے داخل ہوئے اور دو دو رکعت نفل نماز پڑھی، پھر وہاں سے روانہ ہوئے، اور سہارنپور ہوتے ہوئے ہم لوگ ''دارالعلوم رشیدیہ'' مہیسری آ گئے، جہاں پر مولانا محمد علی قاسمی مہتمم دارالعلوم رشیدیہ سے ملاقات ہوئی، تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے، پھر وہاں سے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ آ گئے، جہاں پر مغرب کی نماز ادا کی، اور جامعہ کے مہتمم مولانا محمد اختر قاسمی کے اصرار پر تھوڑا سا ناشتہ وغیرہ کر کے چل دیئے، عشاء کی نماز سے پندرہ منٹ پہلے ہم لوگ رائے پور پہنچے، وہاں پہنچنے کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے مزار پر حاضر ہوئے، تھوڑی دیر مزار پر سارے ساتھی مراقب رہے، وہیں پر مولانا رشید احمد ندوی نے راقم سے کہا کہ مولانا! ہمارے حضرت مولانا (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ) کے شیخ کے یہی شیخ ہیں، میں نے کہا جی ہاں! حضرت مولانا علی میاں کے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری تھے، جن کا مزار پاکستان میں ہے، اور یہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کے شیخ ہیں، اس کے بعد ہم لوگ عشاء کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں چلے گئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد خانقاہ کے متولی اور ذمہ دار حضرت الحاج عتیق احمد صاحب کا فون آیا، انہوں نے فوراً خانقاہ کے اندر بلایا، ہم لوگ سیدھے خانقاہ گئے، جہاں حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری وہیل چیئر پر بیٹھے ہوئے نظر آئے، ہم سبھوں نے انکا دیدار کیا اور سب سے بڑی خوشی یہ ہوئی کہ اس مرتبہ ان سے مصافحہ کا موقعہ ملا، ورنہ ادھر دو تین سالوں سے حضرت کسی سے مصافحہ نہیں کرتے، معتقدین حضرات صرف دیدار کر کے واپس ہو جاتے ہیں؛ لیکن راقم کی خوش نصیبی کہئے کہ اس مرتبہ حضرت سے مصافحہ کی سعادت نصیب ہوئی، کیونکہ مہمانوں کو اگلے دن علی الصباح کہیں اور جانا تھا، اس لئے وہاں سے اجازت لیکر واپس ہوئے اور رات دس بجے بعافیت مظفرآباد پہنچے، جہاں شام کا کھانا مفتی صاحب کے ساتھ کھایا اور رات میں مرکز کے مہمان خانہ میں قیام کیا اور صبح وہ حضرات روانہ ہوئے۔

❀❀❀

ترغیب وترہیب

جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۲۲/ مارچ ۲۰۱۱ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد نمازیوں کے سامنے ہوا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا:

ہم اپنے معاشرہ میں دیکھتے ہیں اگر کوئی آدمی کسی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے، تو اس کو روک دیتے ہیں، کسی کے بچہ کے اوپر کسی نے ظلم کیا ہے تو وہ اس کو پکڑتا ہے، اس سے بدلہ لیتا ہے، اس کو ڈانتا ہے، اگر خاندان کے افراد کے ساتھ دوسرے خاندان کے لوگ زیادتی کرتے ہیں، اس کی زمین کو ہڑپ کرتے ہیں یا اس پر بے جا ظلم کرتے ہیں تو خاندان والے قبیلہ والے اس کی حمایت میں کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اس کی مدد کرتے ہیں، یہ دنیا کا دستور ہے؛ لیکن ایک ایسا بھی دن ہے جہاں پر کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا: "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ، وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ"۔

اس دن ہر شخص بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے، ان میں سے ہر شخص کے لئے اس دن ایک فکر ہوگا جو اس کو ہر چیز سے بے پرواہ کردے گا، کچھ چہرے اس دن چمک رہے ہوں گے ہنسی خوشی، اور کچھ چہرے اس دن (ایسے ہوں گے) کہ ان پر غبار ہوگا، ان پر سیاہی (یعنی ذلت) چھائی ہوئی ہوگی، یہی بدکار کافر ہوں گے۔

ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں ہر ایک کی شان الگ ہوگی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، باپ بیٹے کے کام نہیں آئے گا، بیٹا باپ کے کام نہیں آئے گا، بیوی شوہر کے کام نہیں آئے گی، شوہر بیوی کے کام نہیں آئے گا، بھائی بہن کے کام نہیں آئے گا، بہن بھائی کے کام نہیں آئے گی، آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا، ہر ایک کی اپنی عجیب ہی حالت ہوگی، وہ کونسا دن ہے؟ وہ قیامت کا دن ہے، قیامت کی ہولناکیاں انتہائی خطرناک ہیں۔

قبرستان میں رہ کر بھی قبرکے عذاب سے غافل:

ہم یہاں دنیا میں اللہ تعالی کی شان میں بھی گستاخی کردیتے ہیں، اور ایسی ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں کہ (الامان والحفیظ) قبر کا تصور، آخرت کا تصور، حشر اور جزا وسزا کا اور قیامت کا تصور، ان سب کو کھلواڑ سمجھتے ہیں، اور ہنس ہنس کر کہہ دیتے ہیں کہ دیکھا جائے گا، یہاں تک کہ جب قبرستان میں ہوتے ہیں، اگر مردہ رکھنے کے لئے یا قبر کے درست کرنے کے لئے کچھ وقت ہے، چندمنٹ کا موقع ہے تو وہاں بھی یہ باتیں ہوتی ہیں، کہ ہاں بھائی کھیت میں کیا بورکھا ہے، گنے کا کیا بھاؤ چل رہا ہے، ابھی معلوم ہے کہ مردہ ہمارے سامنے ہے، دفنایا جانے والا ہے، چندمنٹوں بعد اس کی پسلیوں کو قبر پیس دینے والی ہے، ابھی منکرنکیر فرشتے آنے والے ہیں، یہ اب بھی مستی میں ہے، پوچھ رہا ہے کہ ہاں بھائی فلاں معاملہ کیسا ہے، رشتہ داری میں کیا ہورہا ہے، کھیت میں کیا چل رہا ہے، کمپنی میں کیا ہورہا ہے، دکان کیسی چل رہی ہے، بزنس کیسا چل رہا ہے، اورغیبت کرنے، اور ایک دوسرے کی برائی

کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

قیامت کی ہولناکی سے حضرت عائشہؓ کا رونا:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے، حضرت عائشہ جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں وہ رورہی ہیں، آنکھوں میں آنسو ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاعائشہ کیابات "مَـایُبْکِیْكِ" آنکھوں میں آنسوں کیوں؟ کیوں رورہی ہو؟ کیا پریشانی ہے؟ کیادقت ہے،؟ حضرت عائشہ فرماتی ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو قیامت کا تصور آ گیا اور قیامت کا خیال آ گیا، قیامت کی ہولناکیاں دل میں آنے لگیں، جہنم کی یادآ گئی ہے، تو اس تصور نے مجھ کو رونے پر مجبور کردیا کہ اس روز کیا بنے گا، کیا پوزیشن ہوگی اور کیا حالت ہوگی، میرے دوستو! کیا ہم کو بھی کبھی مرنے کے بعد کا خیال آیا ہے، قبر کے گڑھے کا کبھی خیال آیا ہے، کتنے لوگوں کو، کتنے دوستوں کو روزآنہ یا ہفتہ میں ہم دفناتے ہیں، یا مرتے ہوئے دیکھتے ہیں، کبھی خیال آتا ہے؟ نہیں آتا، کیونکہ اپنی رنگ رلیوں میں، اپنی زندگی میں مست ہیں، سوچتے ہیں کہ ابھی تو اسی کا نمبرآیاہے، ہماراتھوڑا ہی آیا، ہماری تو ابھی پچاس سال عمر ہوئی ہے، ابھی ساٹھ ہی تو ہوئی ہے، ستر ہونے والی ہے، بوڑھوں کا یہ خیال ہے۔

تین جگھوں پر کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتی ہیں کہ: "فَهَلْ تَذْکُرُونَ اَهْلِیْکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" یارسول اللہ! اس دن، قیامت کے دن کیا آپ اپنے گھر والوں کو یادرکھیں گے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: قیامت کے دن تین موقعوں پر کوئی کسی کو یادنہیں رکھے گا: "أَمَّـا فِیْ مَـوَاطِـنَ ثَلَاثَةٍ فَلَا، عِـنْدَالْمِیْزَانِ وَعِنْدَ تَطَایُرِ الصُّحُفِ فِیْ الْأَیْدِی وَعَنْدَالصِّرَاطِ"۔

جب اعمال تولے جارہے ہونگے اور جب اعمال ناموں کی فائل ہاتھوں میں دی جارہی ہوگی اور جب پلصراط سے گزرہورہا ہوگا۔

پہلی جگہ میزان کے وقت:

جب اعمال تولے جارہے ہوں گے، جب اعمال کا وزن ہورہا ہوگا، اس وقت کوئی کسی کو یادنہیں کرے گا، اللہ تعالی اس روز اعمال کے وزن کا نظام قائم کرے گا: "وَنَضَـعُ الْـمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ فَلَاتُـظْـلَـمُ نَفْسٌ شَیْئاً وَإِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَأَتَیْنَا بِهَا حَـاسِبِیْنَ" اللہ فرمارہے ہیں قرآن کریم میں کہ جب قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو قائم کریں گے، تو کسی پرظلم نہیں ہوگا، اگر کسی کے پاس رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی نیکی ہوگی، یابرائی ہوگی، اس کا حساب ہوگا، یہاں تک کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کے مارا ہوگا تو اللہ تبارک وتعالی اس سے بھی بدلہ دلوائیں گے، وہاں اعمال تولے جائیں گے، ترازو لگی ہوئی ہوگی، کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا، وہ انصاف کا دن ہوگا، اللہ تعالی "مــالك یــوم الـدیـن" ہے، یوم جزا کا مالک ہے، وہ دن انصاف کا ہوگا اور کسی پر اللہ تبارک وتعالی ظلم نہیں کریں گے، جس نے بھی اس دنیا میں جو کیا ہوگا، جس کے ساتھ کیا ہوگا، اللہ تبارک وتعالی وہاں اس کو سامنے رکھ دیں گے اور اس کے سامنے پیش کیا جائے گا، تو جب یہ معاملہ ہوگا اور اعمال تولے جارہے ہوں گے، اس وقت سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی، کوئی کسی کا خیال نہیں کرے گا، ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں، کہیں لڑائی ہورہی ہو، کہیں کوئی معاملہ ہورہا ہو، کہیں تفتیش ہورہی ہو، تو سب کو اپنی فکر ہوجاتی ہے، نفسی نفسی کا معاملہ ہوجاتا ہے، کسی کے ساتھ ذرا سا معاملہ ہوجائے تو فوراً خاندان والے، تعلق والے ایک طرف رفو چکر ہوجاتے ہیں، اگر کسی خاندان پر پولیس کی دابی پڑ جاوے، تو کہتے ہیں کہ یار وہ نہ آجائے، کہیں ہم نہ اس کے چکر میں پکڑے جاویں، تھوڑا سا بھی دنیا میں کچھ ہوتا ہے تو اپنی فکر ہوجاتی ہے، اپنے بیوی بچوں کی فکر ہوجاتی ہے کہ بھائی ہمارا نام نہ آجائے، ہمارا نہ پتہ چل جائے ورنہ ہم بھی پھنس جائیں گے، تو وہاں یہ پوزیشن ہوگی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، کسی کو کسی کی پرواہ نہیں ہوگی، بلکہ ہرآدمی یہ سوچ رہا

ہوگا کہ بس میرا معاملہ جلدی سے ٹھیک ہوجاوے، میرے اعمال کا وزن ہوجائے، لوگ بوگی میں جب گنا لیکر جاتے ہیں اور کانٹے پر بھیڑ لگی ہوئی ہو، تو ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ میری بوگی جلدی تل جائے، حالانکہ یہاں پیسے ملیں گے، کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں اور وہاں تو آر پار کی بات ہے، خطرے کی بات ہے، پھنسیں گے یا بچیں گے، اس وقت ہر ایک کی حالت خراب ہوگی، اس دن کسی کی نہیں چلے گی، ہرایک کو اپنے اعمال کی فکر ہوگی کہ کاش میرا معاملہ جلدی سے حل ہوجائے اور جلدی سے اس معاملہ سے الگ ہوکر اچھی جگہ چلاؤں، اس وقت یہ پوزیشن ہوگی۔

دوسری جگہ اعمال نامہ دینے کے وقت:

جس وقت اعمال نامہ دیا جائے گا، اس وقت بھی کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، اس وقت عجیب ہول دلی ہوگی، ہرایک کا دل کانپ رہا ہوگا، کہ ہماری فائل کس ہاتھ میں دی جائیگی: "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَیَقُوْلُ ھَآؤُمُ اقْرَأُوْ کِتَابِیَہْ، اِنِّی ظَنَنْتُ اَنِّی مُلَاقٍ حِسَابِیَہْ، فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ، فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ، قُطُوْفُھَا دَانِیَۃٌ، کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ھَنِیْئاً بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ، وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِشِمَالِہٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَہْ"۔ (سورۃ الحاقہ)

تو جس کو اس کا نامہ اعمال اسکے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہے گا کہ لو! میرے اس نامہ اعمال کو پڑھو! بے شک میں یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ مجھے میرا حساب ملنے والا ہے، پھر وہ خوشگوار زندگی میں ہوگا، اونچی جنت میں ہوگا، جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے، کہا جائے گا کہ تمہیں مبارک ہو، کھاؤ اور پیو، ان اعمال کی وجہ سے جو تم نے پچھلے دنوں میں پہلے کئے، اور جس کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا کہ کاش مجھے میرا نامہ اعمال نہ ملتا۔

اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ جس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا، وہ کہے گا کہ لو میری فائل دیکھو! اور وہ خوش ہوگا اور جس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جس کی فائل بائیں ہاتھ میں ملے گی، وہ تو تباہ و برباد ہوجائے گا، اس لئے ہرایک کو انتظار رہے گا کہ میری فائل مجھ کو کس ہاتھ میں دی جاتی ہے، پیچھے سے دیجاتی ہے، یا آگے سے دیجاتی ہے، دائیں سے دی جاتی ہے یا بائیں سے دی جاتی ہے، ہرایک دیکھ رہا ہوگا، ہرایک جھانک رہا ہوگا، اس وقت نہ اپنے خاندان والوں کی پرواہ ہوگی، نہ اپنے بیوی بچوں کی، نہ اپنے عزیز واقرباء کی، حالانکہ وہ سامنے ہی کھڑے ہوں گے: "وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْماً، یُبَصَّرُوْنَھُمْ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْیَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمَئِذٍ بِبَنِیْہِ"۔

''اور کوئی دوست کسی دوست کو پوچھے گا بھی نہیں، حالانکہ وہ انہیں دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ کاش! وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ میں دیدے اپنے بیٹوں کو''۔

''حمیم'' کہتے ہیں عربی میں اس کو جس سے خاص تعلق ہو، پکا اور سچا دوست، اور خاندان، عزیز واقارب اور گھر والوں سے زیادہ حمیم کون ہوسکتا ہے، ان سے تو خونی رشتہ ہوتا ہے، خونی رشتوں کے علاوہ جو قریبی ہیں ان کو حمیم کہتے ہیں عربی میں، تو اللہ تبارک وتعالی کہہ رہے ہیں کہ وہاں تو حمیم کی خبر نہیں ہوگی، حالانکہ سامنے کھڑے ہوا ہوگا، اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں، اپنے اعمال کے چکر میں ہوگا، کہ میری فائل کس ہاتھ میں ملتی ہے، میرا نامہ اعمال کس ہاتھ میں ملتا ہے، تو اس وقت یہ پوزیشن ہوگی۔

تیسری جگہ پلصراط پر گزرنے کے وقت:

جب پلصراط سے لوگ گزر رہے ہوں گے، اس وقت بھی کسی کو کسی کا کوئی دھیان نہ ہوگا، جہنم کے اوپر جو ایک پل بنایا جائے گا، تمام لوگوں کو اس پر سے گزرنا ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پلصراط سے جتنے بھی لوگ گزریں گے، سب کی الگ الگ پوزیشن ہوگی، اپنے اعمال کے اعتبار سے، اپنے کردار کے اعتبار سے، اپنی نیکی کے اعتبار سے، کچھ لوگ تو وہ ہوں گے جو بالکل بجلی کی طرح گزر جائیں گے، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جو ہوا کی طرح گزر جائیں گے، کچھ تیز رفتار سواری کی طرح گزر جائیں گے، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے

جو اونٹ یا گھوڑے کی طرح گزریں گے، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جو گرتے پڑتے گزر جائیں گے، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جو کٹ چھٹ کر جہنم میں گر جائیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے نامہ اعمال بالکل خراب ہونگے، تو پل صراط سے تو ہر ایک کو گزرنا ہے، جو بھی انسان ہے، جو بھی جی والا ہے، اس کو گزرنا ہے، اس وقت بھی کسی کا کسی کی طرف دھیان نہیں جائے گا، ہر ایک کی الگ شان ہوگی، تو دوستو! وہ دن ہم سب کے لئے بھی آنا ہے، یہاں پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، ان کو معلوم ہے کہ میں حرم محترم میں ہوں، میں نبی کے حرم میں ہوں، اور اپنے بخشے جانے کا بھی یقین ہے، لیکن اس کے باوجود قیامت کا تصور آتے ہی وہ رونے لگتی ہیں، تو ہم لوگ بھی روئیں، ہم بھی فکر کریں اور اپنی زندگی کو بنائیں، ہم سب بھی یاد کریں کہ ہم کو بھی ان مراحل سے گزرنا ہے، اور اس سے پہلے قبر کے گڑھے میں بھی جانا ہے، اور اس سے پہلے مرنا بھی ہے، تو میرے دوستو! ہم لوگ تصور کریں اپنے آخری وقت کا اور اس سے پہلے ہم خیال کریں اپنی زندگی کا۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو!:

اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اِغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ“۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان لو! جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو فقر سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

(۱) تم اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے غنیمت جان لو، اس لئے کہ بڑھاپا سب پر آنا ہے، یہ جوانی ہے، یہ چار دن کی چاندنی ہے، پھر اندھیری رات ہے، اس کو غنیمت جان لو، جوانی میں جو کرلو گے وہ بعد میں نہیں کر سکتے۔

(۲) اس وقت صحت ہے، تو صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جان لو، اس لئے کہ آدمی ناپاک ہو جائے تو غسل بھی کر لیتا ہے، وضو بھی کر لیتا ہے، جب بوڑھا ہو جائے تو ہر چیز سوچنی پڑتی ہے، ابھی تو مسجد کتنی بھی دور ہو تو آدمی چلا جاتا ہے، تو اپنی صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جان لو۔

(۳) اور اپنی مالداری کو اپنے فقر سے پہلے، اس لئے کہ انسان کی حالت ہر وقت یکساں نہیں رہتی، ایک زمانہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے فتوحات ہوتی ہیں، فراوانی ہوتی ہے اور ایک زمانہ ہوتا ہے کہ جیب خالی ہوتی ہے، تو جیب خالی ہونے سے پہلے جب اپنی جیب بھری ہوئی ہے، اس وقت کو غنیمت جان لو اور اللہ تعالی کے راستہ میں جو صدقہ وخیرات کر سکتے ہو اس کو کرو۔

(۴) اور اپنے فراغت کے اوقات کو مشغولیت کے اوقات سے پہلے غنیمت جان لو، اس لئے کہ مشغولیت کی زندگی میں پھر وہ کام نہیں کر سکتے ہیں، جو آپ ابھی کر سکتے ہیں، تو یہ وقت بہت قیمتی ہے، اس لئے اس کی قدر کرلو۔

(۵) ایسے ہی مرنے سے پہلے جو ہماری زندگی ہے اس کو غنیمت جان لیں، کہ پھر بعد میں ہم کو موقع نہیں دیا جائے گا اور پھر پچھتانا کام نہیں آئے گا، پھر انسان تمنا کرے گا مگر اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوگی، وہ کہے گا کہ یا اللہ! ایک موقعہ اور دیدے دنیا میں جانے کا، خوب نیک کام کروں گا، اللہ فرمائیں گے اب موقعہ نہیں ملے گا، اس لئے یہ تھوڑی سی چندسالہ زندگی ہے، اس کی قدر کرلیں، اپنے اعمال کو درست کرلیں، اور اللہ جس طرح چاہتا ہے، اس طرح کی زندگی گزارلیں۔

اللہ نے ہمیں بہت سی نعمتیں دی ہیں:

اس لئے کہ ایک ایک پائی کا حساب ہوگا، کیونکہ اللہ نے ہمیں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، اللہ نے ہمیں آنکھیں دی ہیں، ان کا حساب ہوگا، اللہ نے زبان دی ہے، اس کا حساب ہوگا، اللہ نے کان دیئے ہیں ان کا حساب ہوگا، اللہ نے پیر دئے ہیں ان کا حساب ہوگا، اللہ نے طاقت دی ہے اس کا حساب ہوگا...... ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۳۷ پر﴾

گردش ایام

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری

مولانا شمس تبریز قاسمی ایڈیٹر بصیرت آن لائن، دیوبند

ہندوستان میں مسلم دور اقتدار کی تاریخ کا ایک طویل باب ہے، تقریباً گیارہ سو سالوں تک اس سرزمین پر بلاشرکت غیر اسلام کے جیالوں نے حکومت کی ہے، ساڑھے سات سو سال تک باضابطہ طور پر یہ سرزمین مسلم حکمرانوں کے زیر اقتدار رہی ہے، سلطان قطب الدین ایبک سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک مسلمانوں نے ہندوستان کی تقدیر کو سنوارا ہے، مذہبی تعصب اور کسی طرح کے بھید بھاؤ سے پاک وصاف ہوکر انہوں نے نظام مملکت کا فریضہ انجام دیا ہے، کہنے کو تو وہ آمرانہ حکومت تھی؛ لیکن آج کی جمہوریت اور سیکولزم سے ہزار گنا بہتر تھی، ان کے دور حکومت میں مذہبی تفریق اور ہندو مسلم کا کوئی نام ونشان نہیں تھا، جس طرح مساجد کو حکومت سے گرانٹ ملتی تھی اسی طرح مندروں کو بھی حکومت سے امداد دی جاتی تھی، ہر ایک کو ہندوستانی سمجھا تھا، ہندو اور مسلمان کی بنا پر کسی طرح کوئی تفریق نہیں برتی جاتی تھی، کمزوروں کے حقوق دبائے نہیں جاتے تھے، ظالموں کی امداد اور مظلوموں سے چشم پوشی گناہ عظیم سمجھا تا تھا۔

مذہبی رواداری کو فروغ دینے اور نظام مملکت کے دوران عدل و انصاف سے کام لینے والوں میں دو نام سب سے زیادہ مشہور ہیں ایک اورنگزیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرے شیر میسور ٹیپو سلطان کا، لیکن سوئے اتفاق کہ تاریخ نویسوں نے ہندوستان کے انہیں دو عظیم حکمرانوں کے ساتھ ناانصافی کی، حقائق کو رقم طراز کرنے کے بجائے فرضی اور من گھڑت باتوں سے تاریخ کے اوراق کو سیاہ کرنے کی ناپاک کوشش کی، ان کے زندگی کے حسین کارنامے، آنیوالے حکمرانوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہونے والے طریقہ کار، زندگی کی کایا پلٹ دینے والے ملفوظات کو تاریخ نویسوں نے وقت کی دھندلی دیوار بنادیا اور ان کی طرف فرضی باتوں کو منسوب کر کے ان کی شبیہ کو داغدار بنانے کی کوشش کی، ملک کی نئی نسل کو ہندوستان کے ایک عظیم فرماں روا کے بارے میں غلط معلومات دے کر مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی کو فروغ دینے کی شرمناک حرکتیں کی لیکن تاریخ کو تحریف کرنیوالوں کی یہ کوششیں رائیگاں ثابت ہوئی، جن مندروں کو انہدام کرنے کا الزام لگا کر اورنگزیب عالمگیر اور ٹیپو سلطان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی انہیں مندروں نے یہ گواہی پیش کی کہ یہ الزامات غلط ہیں، ہماری تعمیر ہندوستان کے انہیں عدل پرور حکمرانوں کا نتیجہ ہے، انہوں نے ہمیں منہدم نہیں کیا ہے بلکہ ہماری تعمیر وترقی کیلئے راہیں ہموار کی ہیں۔

جی ہاں! ہندوستان کے عظیم فرماں رواں اور برصغیر پر ایک طویل عرصہ تک اقتدار کی باگ دوڑ سنبھالنے والے مغل بادشاہ حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ پر متعصب مورخوں نے کمیونل، فرقہ پرست، اور ہندوؤں کے ساتھ بھید بھاؤ برتنے اور مذہبی مقام کو منہدم کرانے کا الزام لگایا، تاریخ کے صفحات کو اس جھوٹی کہانی سے اس طرح مزین کر دیا گیا کہ آنے والی نسل نے اسی کو حقیقت تسلیم کرتے ہوئے اورنگزیب کو فرقہ پرست اور ہندوؤں کا دشمن تسلیم کرلیا، ملک کا ایک بڑا طبقہ تاریخ میں ذکر کئے گئے ان فرضی افسانوں کو پڑھ کو یہ یقین کر بیٹھا کہ واقعی اورنگزیب ہندوستان کا ظالم و جابر، تنگ ذہن، فرقہ پرست بادشاہ تھا لیکن: ع

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

چنانچہ تاریخ کے ساتھ ہونے والی اس ناانصافی کو ایک ہندو دانشور

نے ہی اجاگر کیا اور اپنی تحقیق سے انہوں نے ثابت کیا اورنگزیب کی جو تاریخ بیان کی گئی ہے وہ سراپا فرضی اور من گھڑت ہے، آیئے ہم آج آپ کی ملاقات اسی عظیم شخصیت سے کراتے ہیں اور تاریخ کے سنہرے اوراق کی ایک ہلکی سی جھلک دکھلاتے ہیں۔

ڈاکٹر شمبھو ناتھ پانڈے (1906-1998) ایک ماہر مورخ کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں وہ اپنے دور میں اتر پردیش کے ایم ایل اے اور ایم ایل سی بھی رہ چکے ہیں، ریاست اڑیسہ کے گورنر رہے ہیں، پدم شری ایوارڈ یافتہ ہیں، کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں، مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو کے خاص ساتھیوں میں آپ کا بھی نام آتا ہے، انہوں نے اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان پر لگائے گئے بے جا الزامات کا دفاع کرکے ان دونوں عظیم حکمرانوں کی ایک نئی تصویر پیش کی ہے، انہوں نے اس سلسلے میں کافی ریسرچ کیا ہے اور اس کے بعد اسلام اینڈ انڈین کلچر کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا ایک باب ہندو مندر اور اورنگزیب کے فرامین ہے جسے حال ہی میں مولانا آزاد اکیڈمی نے شائع کیا ہے، چنانچہ اپنی کتاب میں وہ لکھتے ہیں کہ ”ایک دفعہ اینگلو بنگالی کالج الہ آباد کی تاریخ کی کتاب کا مطالعہ کیا، جس کے مصنف ڈاکٹر ہری پرشاد شاستری ہیں جو کلکتہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ سنسکرت تھے، اس کتاب میں شیر میسور ٹیپو سلطان کے تعلق سے یہ لکھا گیا تھا کہ ٹیپو سلطان نے 3000 برہمنوں کو زبردستی اسلام قبول کروانے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ان تمام برہمنوں نے اجتماعی خودکشی کر لی، ایسا گھناؤنا الزام شیر میسور کے نام، جنہوں نے انگریزوں کے خلاف لڑتے لڑتے اپنی جان قربان کر دی، جنہوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی ذات پات کا فرق نہیں کیا، جن کے کمانڈر ان چیف اور وزیر اعظم برہمن تھے، جن کی سلطنت کے 136 ہندو منادر کی فہرست آج بھی موجود ہے جنہیں شاہی خزانے سے سالانہ امداد حاصل تھی، شاستری صاحب کی لکھی ہوئی زہر آلود کتاب آسام، بنگال، بہار، اڑیسہ، اتر پردیش اور راجستھان، مدھیہ پردیش کے ہائی اسکول کے نصاب تعلیم میں شامل تھی، ڈاکٹر پانڈے نے ہری پرشاستری سے جب اس واقعہ کی تحقیق طلب کی تو وہ لاجواب رہ گئے اور کوئی حوالہ نہیں پیش کر سکے، جس کے بعد جناب اشوتوش چودھری وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے اس کتاب کو کورس سے خارج کر دیا۔

ٹیپو سلطان کی ہی طرح ہندوستان کے عظیم حکمراں اور سلطنت مغلیہ کے آخری کامیاب ترین بادشاہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر کی تاریخ کے ساتھ بھی بہت زیادہ چھیڑ خوانی کی گئی، ان پر طرح طرح کے سنگین الزمات لگائے گئے، ہندوؤں کے ساتھ تعصب برتنے کا افسانہ گڑھا گیا، مندروں کو انہدام کرانے کی جھوٹی کہانیاں لکھی گئی، بنیاد پرست اور ظالم مسلم حکمراں کا لقب دیا گیا، ان سنگین غلط فہمیوں پر ڈاکٹر پانڈے نے تحقیق کی اور اورنگزیب کی ایک نئی اور حقیقی تصویر ہندوستان کے سامنے پیش کی، ڈاکٹر پانڈے 1948-1953 کے دوران بحیثیت میونسپل چیرمین الہ آباد بھی رہے، ان دنوں دو مندروں کے پجاریوں کے درمیان اراضی سے متعلق جھگڑا پیش آیا، جن میں سے ایک پجاری نے حقائق کے طور پر شاہی احکامات جو اورنگ زیب کے دور میں جاری کئے گئے تھے، پیش کیا، ڈاکٹر پانڈے نے ان شاہی احکامات کی صداقت کی جانچ کیلئے اپنے دوست سر تیج بہادر سپرو کو کہا، جو ایک قانون داں اور عربی و فارسی سے واقفیت رکھتے تھے، اور وہ ایک برہمن بھی تھے، سر تیج بہادر نے شاہی احکامات کے فرامین کی جانچ مکمل کی اور نتیجہ اخذ کیا کہ یہ اورنگ زیب کی جانب سے جاری کردہ شاہی فرامین ہیں، ڈاکٹر پانڈے کیلئے اب اورنگ زیب کی ایک نئی تصویر اجاگر ہوئی اور انہوں نے ہندوستان کے مختلف اہم منادر کے پجاریوں کو مکتوب لکھا کہ اورنگ زیب کی جانب سے جاری کردہ شاہی احکاماتی فرامین اگر کہیں موجود ہوں تو ان احکامات کی نقلیں (Photo copy) براہ کرم انہیں روانہ کریں، جس کے بعد کئی ہندو منادر، جین منادر، سکھوں کے گرودواروں سے اورنگ زیب کے شاہی احکاماتی فرامین کی نقلیں ڈاکٹر پانڈے کو موصول ہوئیں، جو 1659-1685 کے دور

سے تعلق رکھتی تھیں، جن میں یہ تذکرہ تھا کہ شاہی خزانہ سے ان تمام منادر کے اخراجات کو پورا کیا جائے اور ترقیاتی کاموں میں پیش رفت کی جائے۔

سب سے سنگین الزام جو اورنگ زیب پر لگایا جاتا ہے وہ وشوناتھ مندر کو منہدم کرنے سے متعلق ہے لیکن اس کی حقیت کچھ اس طرح ہے کہ جب اورنگ زیب اپنے لشکر کے ساتھ بنگال کی جانب وارانسی کے مقام سے گزر رہے تھے، وہاں کے ہندو راجاؤں نے آپ سے خواہش کی کہ ایک رات کے لیے وارانسی میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈال لیں، تاکہ ان کی رانیاں گنگا میں غسل کی رسم کو پورا کر کے وشوناتھ مندر میں عبادت کرسکیں، اس التجا کو اورنگ زیب نے قبول کرلیا اور اپنے لشکر کو حفاظتی انتظام کے لیے وارانسی کے اطراف میں پانچ میل تک پھیلا دیا، تمام رانیاں پالکی میں پہنچ کر گنگا میں غسل کی رسم ادا کرنے کے بعد وشوناتھ مندر میں عبادت کر کے واپس لوٹ آئیں، سوائے کچھ، مقام کی رانی کے، اورنگ زیب کے اہم کارندے روانہ کیے گئے تاکہ رانی کو تلاش کیا جاسکے، تلاش کے دوران یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مندر میں موجود گنیش کا بت جو ایک حرکت کرنیوالی دیوار سے منسلک تھا، جس کے ہٹنے سے زیر زمین سیڑھیاں نظر آئیں، جس میں کچھ کی مہارانی اپنے زیورات کو کھو کر بے عزت و پریشان حالت میں پائی گئیں، اس سازش میں وشوناتھ مندر کے تمام پجاری شامل تھے، راجاؤں کے مشورے پر اورنگ زیب نے انہیں سزا متعین کی، اس کے ساتھ ساتھ وشوناتھ مندر کو دوبارہ، مسطح زمین سے بہتر تعمیر کی غرض سے ڈھا دیا گیا، جس میں موجود بت کو منتقل کیا گیا، یہ فیصلہ اس لیے لیا گیا تاکہ مستقبل میں ایسی سازش کا کسی کو موقع نہ مل سکے، ایسے ہی کئی حقائق کا تذکرہ ڈاکٹر بی این پانڈے نے اپنی کتاب Islam & Indian Culture میں کر چکے ہیں۔

اورنگ زیب عالم گیر کی زندگی سے ایک ایسی ہی حقیقت ایک انگریز خاتون اسکالر کے ذریعہ حالیہ دنوں میں منظر عام پر آئی ہے، دہلی یونیورسیٹی کے پروفیسر شریف الحسن قاسمی کے بقول ایک ایک انگریز خاتون اسکالر نے انہیں مسلم دور حکومت میں مندروں کے لئے جاری کئے گئے فرامین کی کچھ نقلیں ترجمہ کرنے کے لئے دی، وہ تمام فرامین فارسی میں تھے سوائے چند کے جو ہندی اور سنسکرت میں تھے، ترجمہ و تلخیص کے بعد فرامین کی تعداد تین سو کے قریب ہوئی جو تمام ہریانہ کی مندروں کے نام جاری کئے گئے تھے جن میں ان مندروں کے نام جاری کئے گئے جائیداد اور عطیات کا تذکرہ تھا (ہندو مندر اور اورنگزیب عالم گیر کے فرامین) لال قلعہ کے سامنے موجود اجین مندر بھی اورنگزیب عالم گیر کے دور کی ہی بنی ہوئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اورنگزیب کی تاریخ عدل و انصاف اور مذہبی رواداری سے بھری پڑی ہے اورنگزیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کا دور اقتدار ہر زاویے سے کامیاب رہا ہے، ان کا ۴۹ رسالہ دوا قتدار تاریخ ہند کا زریں باب ہے؛ لیکن ان سب کے باوجود ان پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے، ان کی تاریخ غلط بیان کی گئی ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اورنگزیب مذہب کے پابند تھے، جس طرح سیاست کے باب میں ایماندار اور فرض شناس تھے اس طرح شریعت کے باب میں بھی وہ فرض شناس تھے، احکام شرع پر عمل کرنا ان کی زندگی کا اہم فریضہ تھا، وہ دن میں نظام مملکت کو سنبھالتے تھے اور رات کی تاریکیوں میں پرودگار کے عالم کے حضور سجدہ ریز رہتے تھے، اہل علم کی قدر کرتے تھے اور تعلیمی و تدریسی ترقی چاہتے تھے، دیگر مسلم حکمرانوں کی طرح وہ شراب و شباب کی محفلیں منعقد نہیں کرتے تھے، عیاشی اور اسراف سے دور رہتے تھے، خوشامدیوں اور چاپلوسوں کے لئے ان کے یہاں کوئی جگہ نہیں تھی یہی چیزیں ایک طبقہ کو نہیں بھاتی ہے اور ان پر افتراء اور بہتان لگایا جاتا ہے، اس حقیقت کی ایک واضح مثال لال قلعہ میں رات کو آٹھ بجے پیش کیا جانے والا وہ پروگرام ہے جس میں مغل دور حکومت سے لے کر ہندوستان کی آزادی تک تاریخ پیش کی جاتی ہے، اس پروگرام میں اورنگزیب کی تمام خوبیوں کو بیان کرنے کے بعد ان کی خامی یہ کہہ کر تلاش کی جاتی ہے کہ وہ خشک مزاج تھا، شراب و شباب کی محفلیں منعقد

کرنے سے دور رہتا تھا اور اس کے ثبوت میں یہ منظر دیکھا یا جاتا ہے کہ اورنگزیب جب موتی مسجد میں نماز کے لئے آتے ہیں تو مسجد سے انہیں میوزک اور گانے کی آواز سنائی دیتے ہیں جس پر وہ سخت نکیر کرتے ہوئے ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کا ورد کرتے ہیں اور کہتے ہیں ''میرے کانوں میں یہ کیا آواز آرہی ہے خدارا اسے بند کرو''۔

حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہی وہ روشن باب ہے جس کی بنا پر غیر مسلم مورخوں نے تاریخ میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئی ان کی شخصیت کو داغدار بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، ان کے تمام اچھے کارناموں پر پردہ ڈال کر ان کی بدنامی کی تشہیر کی جارہی ہے، ان کے آثار ونقوش کو مٹانے کی تحریک چلائی جارہی ہے، اسی سلسلے کی ایک کڑی دہلی کی مصروف ترین سڑک جو حضرت اورنگزیب عالم گیر رحمۃ اللہ کے نام سے منسوب ہو کر اورنگزیب روڈ کے نام سے جانی جاتی تھی، اس کا نام بدل کر اے پی جے عبدالکلام رکھنا ہے، اورنگ زیب روڈ دہلی کی اہم سڑکوں میں شامل ہے، اس کا دائرہ دہلی کے وی آئی پی ایریا جن پتھ سے شروع ہوتا ہے اور صفدر گنج تک جاتا ہے اورنگ زیب روڈ کا نام بدلے جانے کی تحریک یا مطالبہ یا منصوبہ کوئی نیا نہیں ہے یہ تحریک بہت پہلے سے جاری تھی، بی جے پی اس کا نام گروگووند سنگھ روڈ رکھنے کا مطالبہ بہت پہلے کر چکی ہے، گردوارہ پربندھک کمیٹی نے اس کی حمایت بھی کی تھی، دوسری طرف شرومنی اکالی دل اس کا نام گروتیغ بہادر روڈ رکھنا چاہتی تھی، مگر اس وقت کسی مصلحت کے تحت ایسا نہیں کیا گیا اب ایک خوبصورت بہانہ بنا کر سابق صدر اور میزائل مین اے پی جے عبدالکلام کے نام سے اس روڈ کو منسوب کر کے اورنگ زیب کا نام تاریخ سے مٹانے کی کوشش کی گئی ہے، این ڈی ایم سی کے فیصلہ کو کجریوال نے ٹوئیٹ کر کے جس طرح بیان کیا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ انہیں اس بات سے خوشی ہے کہ اب روڈ کا نام اورنگزیب نہیں رہے گا، دہلی کی سڑکوں پر نصب پتھروں میں ہندوستان کے اس عظیم حکمراں اورنگ زیب عالم گیر کا نام نظر نہیں آئے گا، دہلی حکومت کے اس فیصلہ کے بعد مسلم مخالف بیان کے لئے اپنی خاص شناخت رکھنے والے ادھوٹھاکرے نے بھی یہ کہہ دیا کہ مہاراشٹرا کے مشہور شہر اورنگ آباد اور یہاں کے اورنگ زیب ایئر پورٹ کا نام تبدیل کر دیا جائے گا، گویا اورنگ زیب سے نفرت کے تمام ابواب بند کر دیئے جائیں گے۔

اے پی جے عبدالکلام کی ہستی بہت بڑی ہے، وہ بابائے میزائل اور فخر ہندوستان ہیں، ان کے نام سے اسکول، کالجز اور یونیورسیٹز کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے، ان کو زندہ رکھنے کے لئے سڑکوں اور دیگر مقامات کا نام ان سے منسوب کرنا یقینی طور پر انہیں خراج عقیدت پیش کرنا ہے اور حکومت کا یہ فیصلہ مستحسن ہے لیکن اس کی آڑ میں کسی سازش کو انجام دینا، ہندوستان کے کسی نامور حکمراں کا نام ونشان مٹانا اور ان سے ابوالکلام کا موازنہ کرنا دراصل کلام کی رسوائی اور ان کی اہانت کے مترادف ہے، یہ خراج عقیدت نہیں بلکہ ان کی روح کو تکلیف پہنچانا ہے، ہندوستان کی تاریخ پر ایک سیاہ دھبہ لگانا ہے، یہ مسئلہ ہندو اور مسلمان کا نہیں بلکہ ہندوستان کی تاریخ کا ہے اور تاریخ کو ردوبدل کرنے والے، ملک کی عظمتوں کے نقوش کو مٹانے والے ملک کے دشمن اور غدار ہیں۔

اروند کجریوال کے اس فیصلہ کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں کہ وہ ابولکلام کو تاریخ کا حصہ بنانا چاہتے ہیں؛ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ اس کو عملی جامہ پہنائیں، نئی سڑک اور نئے ادارے قائم کر کے ان سے منسوب کریں، کسی کے نام سے منسوب چیزوں کو تبدیل کرنا انصافی اور عظمت کی پامالی ہے اور اس طرح کا فیصلہ قابل مذمت ہے، ہم اس کی مخالفت اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ مسلم حکمراں کے نام سے منسوب سڑک کے ساتھ یہ رویہ اپنایا گیا ہے بلکہ یقین کیجئے کہ اگر کسی اور مذہب سے تعلق رکھنے والے رہنما کے ساتھ بھی اس طرح کی حرکتیں کی گئی ہوتی تو بھی ہمارا ردعمل یہی ہوتا ہے کیوں کہ ہم اس فلسفہ کے قائل نہیں ہیں کہ کسی کو خوش کرنے کے لئے کسی دوسرے کو

غمزدہ کردیا جائے، کسی کو کچھ دیا جائے کسی دوسرے کے حقوق چھین کر، کسی کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے کسی کی تاریخ مسخ کردی جائے نہیں ہرگز نہیں، غلط ہے اور سراسر غلط ہے۔

جہاں تک بات ہے مسلم حکمرانوں کو تاریخ کا حصہ بنانے کی ان کے نام سے سڑکیں اور تعلیمی اداروں کے قیام کی تو اس باب میں ہندوستان کا رویہ شرمناک اور افسوسناک ہے، ہندوستان کے بیشتر انصاف پرور مسلم حکمرانوں کو تاریخ کا حصہ نہیں بنایا گیا ہے، ہندوستان کے پہلے مسلم حکمراں قطب الدین ایبک تک کو یاد نہیں کیا گیا ہے جنہوں نے ہندوستان کو قطب مینار جیسی بلند عظمتوں سے نوازا ہے، برصغیر ہندوپاک کی پہلی عظیم خاتون حکمراں رضیہ سلطان کے نام کو بھی تاریخ سے حرف غلط کی طرح مٹایا دیا گیا ہے جس کے عظمت، بلندی اور عدل پروری کے چرچے یورپ اور غیرملکی کرتے نہیں تھکتے ہیں اور ان کی فراست اور نظام حکومت سے بے پناہ متاثر ہیں، ان کے والد سلطان التمش کا کہیں بھولے سے تذکرہ نہیں کیا گیا ہے، جن کی حکومت کی بقا کے لئے ہندو اور مسلمان دونوں دعائیں کرتے تھے۔

قصہ مختصر یہ کہ ہندوستان کی تاریخ مسلم حکمرانوں کے بغیر ناقص اور ادھوری ہے، ان کے آثار ونقوش کو مٹانا، ان کی تاریخ میں تحریف کرنا، ان کے نام سے اداروں اور سڑکوں کو منسوب نہ کرنا ہندوستان کی تاریخ کے ساتھ ناانصافی اور خیانت ہے، ملک کی بدنامی ہے، لیکن ہمیں حکومت کے ان تعصب آمیز رویوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کیوں کہ پتھروں پر لکھے ہوئے ناموں کو مٹا کر ان کی عظمت ورفعت اور بے مثال حکمرانی کی نایاب تاریخ فراموش نہیں کی جاسکتی ہے۔

یونان ومصر وروما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام ونشاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دور زماں ہمارا

❁❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۳۲ کا﴾ اللہ نے زندگی دی ہے، اس کا حساب ہوگا، چاہے پچاس سال کی زندگی دی ہے، ساٹھ سال کی زندگی دی ہے، ستر سال کی زندگی دی ہے، سب کا حساب ہوگا، ہم کسی کو کوئی نعمت، کوئی دولت دیتے ہیں، تو اس سے اس کا حساب لیتے ہیں، تو اللہ نے ہم کو یہ زندگی دی ہے تو کیا وہ ہم سے اس کا حساب نہیں لے گا، اللہ نے ہم کو مال دیا ہے، اس کا بھی حساب لے گا، اللہ نے اولاد دی ہے، نعمتیں دی ہیں، اور جتنی بھی چیزیں دی ہیں، سب کا حساب ہونا ہے، تو ہم کو سب کا صحیح استعمال کرنا ہے، اپنی زندگی کو صحیح استعمال کرنا ہے اور اپنی زندگی کی چیزوں کو اور اللہ کی تمام نعمتوں کو ٹھیک ٹھیک استعمال کرنا ہے، تاکہ اللہ کے حساب سے اور اللہ کی پکڑ سے بچ جائیں، اس لئے کہ "ان بطش ربك لشديد" اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے، جس کو وہ پکڑ لے پھر اس کو کوئی چھڑانے والا نہیں اور جس کو وہ معاف کرے تو اس کو کوئی پکڑنے والا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور قیامت کی ہولناکیوں سے اور قیامت کی جو خطرناکیاں ہیں اور قیامت کی جو وعیدیں ہیں ان سے بچنے کے لئے اپنی اس زندگی کو صحیح گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁❁

ہماری مشکلات کا حل

ماضی قریب کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک جگہ سخت وبا پھوٹ پڑی اور لوگوں میں تیزی سے دہشت اور سراسیمگی پھیلنے لگی، ایسی حالت میں ایک صاحب گھبرائے ہوئے ایک صاحب دل کے پاس آئے اور اپنی گھبراہٹ کے اندیشہ کا اظہار کرنے لگے، ان صاحب نے ان کی حالت دیکھ کر کہا کہ آخر اس قدر پریشانی کی کیا بات ہے، گھوڑا تو نہیں چھوٹ گیا ہے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر گھوڑے کی لگام ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چیز دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، اس کی مرضی، مشیت اور حکمت کے مطابق سارے کام ہو رہے ہیں، وہ رحیم بھی ہے، علیم بھی ہے، حکیم بھی ہے اور قدیر بھی ہے، تو پھر گھبرانے، پریشان ہونے اور ہمت ہارنے کا کیا موقع ہے؟ ان صاحب کا بیان ہے کہ اس مختصر جملہ نے آنکھیں کھول دیں اور ایسا محسوس ہوا جیسے دل کا سارا بوجھ اتر گیا۔ (مولانا سید محمد الحسنی ندویؒ)

راہ ہدایت

گناہوں سے بچنے کی آسان تدبیریں

شریعت کی روشنی میں

مولانا محمد رضوان ندوی ناظم مدرسہ تعلیم القرآن سمریاواں بازار، کبیر نگر

اللہ تعالی نے حضرت انسان کے سامنے دو راستے کھولے، ایک نیکی وراستی کا راستہ، دوسرا بدی وناراستی کا، انسان کو عقل وفہم کی دولت سے نوازا اور دونوں راستوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا، نیکی اور بدی کے نتائج کا بھی اعلان کردیا کہ جو شخص نیکی اپنائے وہ جنت میں ہمیشہ ہمیش رہے گا اور جو بدی اختیار کرے وہ جہنم کی خوراک بنے گا اور اس کا دردناک عذاب پائے گا، ظاہر ہے اس اعلان کے بعد ہر باشعور نیکی ہی کا راستہ اپنائے گا اور بدی وبدکاری سے دور بھاگے گا لیکن چوں کہ اس دنیا میں درست راستے سے بھٹکانے کیلئے شیطان جگہ جگہ فریب کے پھندے پھیلا چکا ہے اس لئے راہ راست پر قائم رہنا اور صراط مستقیم پر گامزن رہنا ایک مشکل ترین امر ہے، شریعت نے اس سلسلہ میں انسانوں کی بھرپور ہماری رہنمائی کی ہے، اس کی پیش کردہ ترکیبیں بڑی معاون ومفید ہیں، تجربات شاہد ہیں کہ ان ترکیبوں سے شیطان کو شکست ہوئی ہے اور انسان راہ نجات اور اخری سعادت کے حصول میں کامیاب ہوا ہے، ذیل میں ان میں سے کچھ تدابیر ذکر کی جارہی ہیں تاکہ ہر آدمی ان سے برابر فائدہ اٹھاسکے۔

ہمیشہ مستحضر رہے کہ اللہ تعالی برابر سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے:

یہ احساس دل ودماغ میں بیدار رکھنا کہ اللہ تعالی کی ذات ہر وقت اور ہر حالت میں یکساں دیکھ رہی ہے اور سن رہی ہے، اعلانیہ طور پر اور خفیہ طور پر صادر ہونے والے افعال واقوال کے وقت اللہ تعالی اپنے علم، سماعت وبصارت اور قدرت کے لحاظ سے موجود ہوتا ہے، جب یہ احساس جاگ جائے گا تو آدمی گناہوں سے بچ جائے گا، اللہ تعالی کا فرمان ہے ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کے علم میں ہے، جہاں بھی تین کی سرگوشی ہوتی ہے ان کا چوتھا اللہ ہوتا ہے اور جہاں بھی پانچ ہوتے ہیں ان کا چھٹا اللہ ہوتا ہے اور جو بھی اس سے کم یا زیادہ ہوتے ہیں وہ ان کے ساتھ ہی ہوتا ہے، وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر انھوں نے جو کچھ کیا ہے قیامت میں وہ ان کو سب کچھ جتلادے گا، یقیناً اللہ تعالی ہر چیز کو خوب جانتا ہے''۔

انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ دنیا کی ہر طاقت اور پکڑ سے بچ سکتا ہے لیکن اللہ کی گرفت سے آزاد نہیں رہ سکتا وہ آنکھوں کی خیانتوں کو بھی جانتا ہے اور سینوں کے راز کو بھی''۔

فرشتے ریکارڈ تیار کررہے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے بھید اور ان کی سرگوشیاں نہیں سنتے، کیوں نہیں ہمارے قاصد ان کے پاس سب کچھ لکھ رہے ہیں، ہر بولنے والے کے پاس ہمارا حاضر باش نگراں موجود ہے'' یہ احساس بھی بہت سے گناہوں سے رکنے میں معاون ہوگا کہ اللہ تعالی کے فرشتے اور نگراں ہمارے حرکات وسکنات اور اعمال وافعال کو نوٹ کررہے ہیں۔

گناہ اور خطا نے ہی آدم و حوا کو جنت سے نکلوایا تھا:

یہ حقیقت بھی گناہوں سے دور رہنے میں انسان کی مدد کرے گی کہ آدم وحوا اللہ کے مقرب ہوتے ہوئے بھی جب کوتاہی اور قصور میں

پڑے، انھوں نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی تو ان کو جنت سے نکال دیا گیا، جب معمولی قصور کی وجہ سے آدم وحوا کو جنت سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑا تو گناہوں کے ہوتے ہوئے جنت میں داخلہ کیسے ممکن ہوگا، ظاہر اس خیال کے آتے ہی انسان کا ضمیر کانپ جائے گا اور وہ گناہ سے نفرت کرنے لگے گا۔

موت کے ظالم پنجے دوبارہ اعمال کا موقع نہیں دیتے:

دنیا کو آباد ہوئے بہت زمانہ ہوگیا لیکن کسی دور کا انسان موت کو شکست نہ دے سکا، موت تو آنی ہے، اس پر قابو پانا مشکل ہے، موت کے بعد حساب وکتاب سے گزرنا ہے، اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے، وہ پورا پورا حساب لے گا، جب یہ یقین دل میں ہوگا تو انسان رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہر وقت کوشاں رہے گا، معاصی سے اجتناب کرے گا، ادنیٰ تقصیر پر اللہ سے معافی کا طالب ہوگا، بلاشبہ موت انسانی زندگی کے لئے ایک پل ہے، وہ انسان کو ہمیشہ کے لئے ختم نہیں کرتی بلکہ دنیا سے آخرت کی طرف مہمیز لگاتی ہے، اعمال کی دنیا سے نتائج کی دنیا میں انسان موت ہی کے ذریعہ قدم رکھتا ہے، موت کا خوف گناہوں سے بچاتا ہے۔

قیامت میں ہمارے اعضاء ہمارے خلاف گواہی دیں گے:

جب انسان یہ سوچ لے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں، ناک کان، منھ، زبان سب ہمارے تابع نہیں ہیں، بلکہ انھیں اللہ نے ہمارے ساتھ نگراں اور شاہد کی حیثیت سے لگایا ہے اور یہ سب قیامت کے دن ہمارے خلاف گواہی دیں گے تو انسان گناہوں کے قریب نہیں جائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہونچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے کئے ہوئے کاموں پر ان کے خلاف گواہی دیں گی‘‘۔ (حم سجدہ ۲۰)

دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے ’’آج ہم ان کے منھ پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے گفتگو کریں گے اور ان کے پیر اس کی گواہی دیں گے کہ وہ کیا کمائی کیا کرتے تھے‘‘۔ (یٰسین ۶۵)

گناہ گار کو آخرت میں صرف حسرت وندامت ہاتھ آئیگی:

ہر صاحب عقل کو ندامت وپشیمانی سے ڈر لگتا ہے، گناہ کے بعد کسی کو فرحت نہیں ہوتی، طبیعت میں تکدر اور تعفن پیدا ہوجاتا ہے، بے چینی اور اضطراب سے اس کا جینا دوبھر ہوجاتا ہے، زندگی کا مزہ لٹ جاتا ہے، موت کے آنے کے بعد بہت سے لوگ کہیں گے پروردگار مہلت دے دے، میں اب نیک ہی کام کریں گا لیکن دوبارہ کسی کو موقع نہیں ملے گا، اچھے اعمال سرخروئی کا سبب بنیں گے اور بدکاریاں رسوائی کا سامان ثابت ہوں گی، گناہ سے اللہ کی ناراضگی، لعنت اور پھٹکار ملے گی، اللہ کی رضا اعمال صالحہ میں ہے، ہر انسان کو ہر دن کچھ وقت نکال کر اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے، آج اعمال کا دروازہ کھلا ہوا ہے کل موت کے بعد بند ہوجائے گا، گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے اور اس کے ترک کی ہر تدبیر کو اپنا کر اللہ کی مرضی تلاش کرنی چاہئے، گناہ انسان کے بے شمار اچھے اعمال کو پل بھر میں کھا جاتا ہے، اس کی نحوست سے آخرت کی کامیابی اور سعادت کوسوں دور ہوجاتی ہے، اللہ تعالی راہ راست پر عمل پیرا ہونے، توبہ کر کے اعمال صالحہ میں مصروف ومنہمک ہونے اور ہر آن و ہر لحظہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁❁

مدارس اسلامیہ کا قیام

احکام دین کا حصول، صحیح ومضبوط اردو، دینی رسائل اور دین کا تحقیقی مکمل علم، بدون نقلی وعقلی، اصولی اور فروعی، بزبان عربی بدون مدارس عربیہ ناممکن ہے، لہٰذا مدارس عربیہ کا قیام اور ان کی بقاء نہایت ضروری اور واجب ہے۔

پس علماء پر لازم ہے کہ مدارس قائم کریں اور امراء، دولت مند، زمینداروں، تاجروں اور کاشتکاروں پر فرض ہے کہ وہ اعانت مالی حسب حیثیت کرتے رہنے میں کوئی دریغ نہ کریں۔

(مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ)

تجزیہ

ہٹلر کی خودکشی، یوروپ کی اسلحہ سازی
اور مظلومین کی فلک دوز آہیں

مولانا فتح محمد ندوی، نئی دہلی

امن کیا ہے؟ امن کیوں ضروری ہے؟ اور امن کے بغیر ملک، قومیں خاندان اور گھر زندہ اور باقی کیوں نہیں رہ سکتے ہیں؟ کیا امن واقعی قوموں کی بقا کیلئے اشد ضروری ہے اور قوموں کی خوشحالی اور ترقی کا ضامن ہے، اس حقیقت کا اندازہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا سے لگایا جا سکتا ہے جو آپؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت اللہ تعالی سے کی تھی: ''اور جس وقت ابراہیم نے (دعا میں) عرض کیا اے میرے پروردگار! اس کو (ایک) آباد شہر بنا دیجئے امن والا''۔ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۶)

ایک پیغمبر کے ذریعہ سے امن کی جو دعا بیت اللہ کی تعمیر کے وقت مانگی گئی اس سے امن کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امن اللہ کو کتنا محبوب ہے، بہر کیف اللہ نے پیغمبر علیہ السلام کی یہ دعا قبول کی اور قیامت تک کیلئے بیت اللہ کو گہوارۂ امن بنا دیا، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ''مقام امن دو وجہ سے فرمایا ایک تو یہ کہ اس میں حج وعمرہ نماز ادا کرنے سے عذاب دوزخ سے امن ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ اگر کوئی خونی حدود کعبہ یعنی حرم میں جا گھسے تو اس کو قتل نہیں کیا جائیگا، البتہ کھانا پینا بند کر دیا جائیگا تا کہ باہر نکل آئے''، اس پوری تمہید سے اسلام کی ابدیت اور اس کے امن کے عالم گیر منشور کا پتہ چلتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام امن کے تئیں کتنا حساس ہے اور اس کے برخلاف بدامنی اور فساد اسلام کو کتنا ناپسند ہے، اللہ تعالی کی طرف سے بار بار فساد پھیلانے والوں کو تنبیہ کی گئی کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، کیونکہ زمین میں فساد پھیلانا اللہ کے نزدیک قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اللہ تعالی مختلف جگہ فرماتا ہے:

''اور فتنہ سخت تر ہے قتل سے''۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۱)

''خدا فساد کو پسند نہیں کرتا''۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۴)

''خدا مفسدین کو دوست نہیں رکھتا''۔ (سورہ مائدہ آیت ۶۴)

امن کے حوالے سے اسلام کی اس حقیقت کا اعتراف دنیا کے دوسرے مذاہب کے لوگ بھی کرتے ہیں کہ واقعی اسلام کا وجود ہی خالص امن وشانتی کا پیامبر ہے، ویسے اسلام کی اس حقیقت کو جاننے کیلئے اگر مذہب اسلام کا دوسرے مذاہب سے تقابل کیا جائے تو اسلام مذہب اپنے وجود سے آج تک تاریخی سچائی کے ساتھ امن وشانتی کا داعی رہا ہے، کوئی دور اسلام کا ایسا نہیں جس پر کسی انصاف پسند مؤرخ نے بدامنی کا لیبل لگایا ہو، یا اسلام کے حوالے سے اس کے کسی دور میں بھی جہاں مسلمانوں کے ساتھ دوسری معاصر قومیں آباد تھیں یا ہیں ان کے ساتھ ظلم وزیادتی کا معاملہ یا زبردستی ان پر اپنے قوانین کا نفاذ روا رکھنے کی ناجائز کوشش کی گئی ہو ایسی کوئی مثال اسلام کی پوری تاریخ میں نہیں ملے گی اس کے برعکس دنیا کے دوسرے مذاہب نے اپنے بنیادی امن کے مشن سے ہٹ کر دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ جو ظلم و بربریت کی ہے اور ابھی بھی سلسلہ جاری وساری ہے اس کی مثال دنیا میں نہیں ملے گی کہ امریکہ، یوروپ، روس فرانس جرمن اور اسی طرح دوسرے بہت سے ممالک نے دنیا کی اس پرامن آبادی کو آگ اور خون کے حوالے کر دیا کتنے کروڑ لوگ ان کی ہوس اقتدار کی نذر ہو گئے، کیا نہیں ہوا ان کے بے رحم ہاتھوں سے اس مظلوم انسانیت کے ساتھ، کیا یہ زمین ان کے ظلم کو بھول جائے گی، کیا تاریخ انہیں ان کے ستم کا

بدلا نہیں دیگی اور وہ اسی طرح سے دنیا سے چلے جائے گے، ان سے انتقام نہیں لیا جائیگا، خدا کا یہ نظام نہیں کہ ظالم اس کی پکڑ سے بچ نکلے، بلکہ فرمان رسول ہے کہ ظالم اسوقت تک نہیں مرتا جب تک دنیا میں اس کو اس کے ظلم کی سزا نہ ملے، واقعہ یہ ہے کہ جنگ اور بدامنی کی جو فضا یوروپ اور امریکہ نے دنیا کے اندر پیدا کر دی، اس کی ذمہ داری سے یوروپ اور امریکہ اس وقت تک دستبردار نہیں ہو سکتے ہیں جب تک یہ جنگ اور بدامنی ان کے گھروں میں داخل نہ ہو جائے، اور ان کی زندگی اور ان کے چین وسکون کو غارت نہ کر دے، کیونکہ جنگ اور بدامنی کی یہ عادت اور فطرت ہے کہ پہلے یہ ہلکی سی چنگاری کی شکل میں نمودار ہوتی ہے لیکن بعد میں جب یہ دونوں ناک کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، تو پھر ان کی طوالت اور خوفنا کی کا اندازہ لگانا مشکل ہے ویسے دنیا کی تاریخ نے جو تباہی و بربادی کی قیامت خیز داستانیں لکھی ہیں وہ ان جنگجوں قوموں کے حالات اور ان کے آخری نتیجہ پر گواہی کے لیے کافی ہیں، دوسری طرف یوروپ اور امریکہ عقلی طور پر بھی مستقبل کی تباہی سے نہیں بچ سکتے؛ کیونکہ ان مظلوم اور بے کس لوگوں کی بددعا جو ان کے ظلم کی آخری حدوں کے شکار ہوئے اور ان کے انتقامی ستم کا نشانہ بنے، جس میں ان کا سب کچھ لٹ گیا، گھر سے بے گھر اور بے یارومددگار ہو گئے، کیا ان مظلوموں کی فلک دوز آہوں سے یوروپ کا خرمن بچ جائیگا، ایسا ممکن نہیں بس! انتظار ہے کب ان کے آشیانوں کو آگ لگا جائے، کب زمین ہل جائے، کب ان پر آسمان سے عذاب الٰہی نازل ہو، اس میں دیر یا سویر تو ہوسکتی ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ مظلوم کی بددعا کو رائیگاں نہیں کریگا۔

ان تمام خطرات اور خدشات کے باوجود امریکہ اور یوروپ نے اپنے آپ کو کیوں جنگوں میں ڈال رکھا ہے، آخر وہ کونسی وجوہات ہیں جو ان کو اس جہاں سوزی پر مجبور کرتی ہیں، یوروپ اور امریکہ کے حوالے سے یہ بڑا اہم سوال ہے کہ اس کے پس پردہ ان کی سوچ اور فکر کیا ہے؟ مجموعی طور پر اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں لیکن ہمارے خیال میں اس کی اہم وجوہ ملک گیری، اسلام سے ان کی ابدی دشمنی اور پھر اس کا انتقام اور اس کے ساتھ ساتھ عالمی تجارت اور معیشت پر اپنا کنٹرول، یہی وہ بنیادی عناصر ہیں جو یوروپ کو اس جنگی جنون سے باہر نہیں ہونے دیتے، امکان کے طور پر اگر یوروپ کچھ وقت کیلئے دنیا سے صلح کر لے، اور امن وشانتی پر آمادہ ہو جائے تو اس کو اس کا کافی نقصان اٹھانا پڑیگا، ایک بڑا خسارہ تو کاروبار کا دوسرا اس بات کا کہ کہیں عالمی سیاست کی باگ ڈور ہاتھ سے نہ چلی جائے، یہ بھی صرف ایک قیاس ہے، ورنہ یوروپ اور امریکہ کبھی اپنے آپ کو جنگ سے علیحدہ نہیں کر سکتے ہیں اگر بالفرض وہ اس بات کی کوشش بھی کریں تو بھی ان کے لیے اب یہ ممکن نہیں کہ وہ امن اور صلح کے مشن میں کامیاب ہو جائے، کیونکہ صلح اور امن کی تمام شکلیں ان کے ہاتھ سے نکل گئی، اب صلح اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ آگ ان کے گھروں میں پہنچ کر اپنا کام تمام کر دیگی چونکہ جب کوئی بیماری ناسور بن جائے تو اس کا آخری علاج یہی ہوتا ہے کہ اس جسم کے حصے کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے، یوروپ اور امریکہ کے لیے اب جنگیں ناسور بن گئی ہیں اور ان کا آخری علاج بس یہی ہے کہ جب تک یہ جنگ ان کے سماج کو اور ان کے گھروں ایک ایک کر کے تباہ و برباد نہ کر دیگی اس وقت تک یہ آگ نہیں بجھے گی، اس دعوے کی دلیل کے لیے دنیا کی بڑی بڑی قومیں گواہ ہیں مثال کے طور پر عاد اور ثمود کے کھنڈرات اور دنیا کے بڑے ظالم اور جابر فرعون، قارون، نمرود، ہٹلر، ہلاکو، چنگیز خان اور اس طرح وہ ظالم لوگ جن کے اوپر یہی جنگی جنون اور ملک گیری کا بھوت سوار تھا ان کا انجام اور آخری نتیجہ۔

اسوقت صرف اسلام کے حوالے سے ہی یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دنیا میں امن وسکون کی فضا اسلام کے سائے تلے اور اسی کے شفائی نظام میں قائم ہوسکتی ہے کیونکہ مذہب اسلام ان چیزوں کے تصور کو جڑ سے ہی ختم کر دیتا ہے جو جنگ اور فساد کا سبب بنتی ہے، انشاء اللہ اس کے بعد مثبت نتائج آئیں گے، دنیا میں امن ہوگا، خوشحالی ہوگی، پیار ومحبت کی جیت ہوگی اور بدامنی جنگ اور فساد کی شکست۔ ❁❁

خوش نصیب

سات قسم کے لوگ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہونگے

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:"سبعة یظلھم اللّٰہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ"۔(بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے اس سخت ترین دن) جس دن سوائے اللہ کے سائے کے کوئی سایہ نہ ہوگا، سات قسم کے لوگ وہ ہوں گے جن کو اللہ تعالی اپنے سایہ (عاطفت) میں خصوصی طور پر لے لیگا۔

سایہ ایک عظیم نعمت ہے، اور تپتے ریگستان کے مسافر کے لئے تو حیات بخش رحمت ہے، پھر سائے کئی طرح ہوتے ہیں، بچوں کے لئے ماں باپ کا سایہ، بڑے بوڑھوں کا سایہ، استاد اور شیخ کا سایہ، عام پبلک کے لئے ایک عادلانہ نظام کا سایہ۔

ان مادی اور ظاہری سایوں کی راحت اور ضرورت پر قیاس کرتے ہوئے تصور کیجئے اس تپتے ہوئے حشر کے میدان کا جہاں باپ بیٹے سے، بھائی بھائی سے شوہر اپنی رفیقۂ حیات سے منہ چھپاتا اور بھاگتا ہوگا کہ کہیں کوئی مدد کو نہ پکار بیٹھے جس دن کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے، غم وغصے سے دم گھٹ رہا ہوگا، اور نہ کوئی شفیع ہوگا نہ کوئی مددگار اور ولی۔

اس دن جس میں مائیں اپنے چھاتی سے لگے ہوئے دودھ پیتے بچوں سے غافل ہوجائیں گی اور بدحواسی کا عالم یہ ہوگا، جیسے لوگوں پر نشہ طاری ہے، نگاہیں پھٹی ہوئی، قدم بہکے ہوئے اور دم گھٹتا ہوگا، ایسی حالت میں آپ سائے کی نعمت اور رحمت کا اندازہ کیجئے اور وہ بھی کس کا سایہ، اللہ تعالی کا سایہ، کس حال میں؟ جب کوئی سایہ سوائے اس کے سائے کے کوئی نہ ہوگا۔

کتنا بڑا ہے وہ محسن جو ایک مسافر کو منزل پر پیش آنیوالی مشکلات سے قبل از وقت ہی آگاہی بخش دے اور نہ صرف یہ کہ وہ مشکلات کی نشاندہی کرے بلکہ سفر سے قبل ہی ان مشکلات سفر سے بچنے کی تدبیریں بھی سجھادے، بڑا ہی نادان اور ظالم ہوگا وہ مسافر جو ایسے مخلص ومحسن کی ہدایات اور رہنمائی سے لاپرواہی برتے اور اس کی سنی ان سنی کردے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج ہم کو بتلارہے ہیں کہ ''یوم الحساب'' کی ہولناکی اور شدت الم سے کیونکر بچاجاسکتاہے، جس کی تیاری بہرحال آج اس زندگی ہی میں کرنی ہے، مبارک ہیں وہ سات قسم کے لوگ جن کو عرش الٰہی کا سایہ میسر ہوگا، ان کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے:

(۱) امام عادل:

عادل بادشاہ جو محض خدا کے خوف کی وجہ سے رعایا کے درمیان عدل وانصاف کا معاملہ کرتا رہا۔

امام عادل میں پانچ صفتیں لازم:

(۱)امانت داری، امانت کی صفت کا ہونا۔

(۲)دیانت داری۔

(۳)انکساری۔

(۴)وسعت ظرفی۔

(۵)انصاف پسندی۔

امام عادل کا انصاف پسند ہونا بھی لازم ہے ،اس لئے کہ عدل وانصاف ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو عمر ابن الخطاب اور عمر بن عبدالعزیز اور نوشیرواں عادل کے مقام تک پہنچا دیتی ہے، زمانہ گزر گیا ہزاروں سال بعد بھی دنیا ان عادل مردان خدا کے نام کو ترستی رہ گئی، جو سربراہ ان صفات خمسہ کے لباس سے مزین ہوگا، ہر طرف سے رعایا اور ماتحت لوگ اپنے سربراہ کے لئے خیر خواہ بن جائیں گے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی امام عادل تھے ان کے مختصر حالات پڑھئے:

اسلامی تاریخ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو امام عادل شمار کیا گیا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۶۱ رہجری میں ہوئی آپ کی ماں حضرت فاروق اعظم کی پوتی تھیں، اس رشتہ کی تاریخ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں یہ اعلان کر دیا کہ کوئی شخص دودھ میں پانی نہ ملائے، اسی زمانہ میں ایک رات گشت پر تھے کہ ایک گھر سے آواز آئی بیٹی صبح ہو رہی ہے، دودھ میں پانی ملا دے، بیٹی نے جواب دیا کہ اماں آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے اس سے منع کیا ہے، ماں نے کہا کہ امیر المومنین اس وقت کہاں ہیں؟ ان کو کیا خبر! بیٹی نے جواب دیا: امیر المومنین کو خبر نہیں تو کیا ہوا خدا تو دیکھ رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گھر کو نظر میں رکھ لیا، اور اپنے بیٹے عاصم سے کہا کہ تم اس لڑکی سے شادی کر لو، مجھے امید ہے کہ اس سے ایسا جواں مرد پیدا ہوگا جو سارے عرب پر حکومت کرے گا، عاصم نے اس سے نکاح کر لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی کے مطابق اس خاندان میں عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے، جنہوں نے خلافت راشدہ کے طرز پر حکومت کی یہاں تک کہ انہیں عمر ثانی کہا جانے لگا۔

خلفائے راشدین کے بعد جس خلیفہ کا نام بڑے ادب واحترام سے لیا جاتا ہے، وہ عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز ۹۹ رہجری میں اس وقت خلیفہ بنے جب بنوامیہ کی حکومت خلافت راشدہ کے طرز سے بالکل ہٹ چکی تھی، تعصب اور قبائلی غرور عام ہو گیا تھا، نیک اعمال بجائے اجر وثواب کے ناموری اور تعریف کے لئے کئے جانے لگے تھے، بیت المال خلیفہ کی ذاتی ملکیت اور خاندانی جاگیر بن گیا تھا، گانا سننے اور موسیقی کا رواج عام ہو گیا تھا، شخصی وموروثی حکومت نے اصلاح وتبدیلی کے دروازے بالکل بند کر دیئے تھے، ایسے وقت میں اسلام کو غالب ہونے اور حالات کو بدلنے کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کو سنبھالا اور اپنی حکمت عملی سے عالم اسلام میں انقلاب برپا کر دیا اور قرآن وحدیث کے مطابق ایسی بہترین خلافت کی کہ بہت سارے مسلمانوں کی زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں:

(۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

(۳) عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

(۴) علی کرم اللہ وجہہ۔

(۵) اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت سنبھالنے کے بعد سچائی میں حضرت ابوبکر، عدل وانصاف میں حضرت عمر، حیاء وپاکدامنی میں حضرت عثمان غنی اور زہد وتقوی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نمونہ بن گئے تھے، انہوں نے خلافت کو خلافت راشدہ کے طور پر سادہ اور سنت کے مطابق بنا دیا تھا، اپنی جاگیر بیت المال کو واپس کر دی، بیوی کا زیور بیت المال میں داخل کر دیا، انہوں نے ایسی سادہ زندگی گزاری جس کی مثال بادشاہوں میں تو کیا فقیروں میں بھی ملنی مشکل ہے، لباس میں ایسی کمی کہ بعض اوقات کرتا سوکھنے کے انتظار میں جمعہ میں دیر ہو جاتی تھی، ان کے گھر کا یہ حال ہو گیا تھا کہ ایک مرتبہ اپنی بچیوں سے ملنے گئے تو دیکھا کہ جو بچی ان سے بات کرتی ہے وہ منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہے، وجہ معلوم کی تو پتہ چلا کہ ان بچیوں نے آج صرف دال اور پیاز کھائی ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رونے لگے اور فرمایا کہ تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اچھے اچھے کھانے کھاؤ اور تمہارا باپ جہنم میں جائے، یہ سن

کران کی بچیاں بھی رو پڑیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے زمانہ میں سب سے بڑی سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود خود ان کے پاس ذاتی پیسہ اتنا نہ تھا کہ حج کرسکیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے صرف ڈھائی سال حکومت کی، اس مختصر مدت میں سارے عالم اسلام کا نقشہ ہی بدل گیا، پورے ملک میں خوشحالی عام ہوگئی، خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ پورے ملک میں زکوۃ قبول کرنیوالا ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا تھا اور مال واپس لے جانا پڑتا تھا، اور عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ اس کے اثرات انسانوں سے آگے بڑھ کر جانوروں تک پہنچ گئے تھے، ان کے زمانہ میں بھیڑیئے اور بکریاں ایک ساتھ چرا کرتے تھے اور کسی بھیڑیئے کو یہ ہمت نہ ہوتی کہ کسی بکری کو نقصان پہنچا دے، موسی بن اعین کہتے ہیں کہ ایک روز میں بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پر حملہ کردیا، میں نے کہا کہ آج خلیفہ صالح عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا ہے، چنانچہ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ واقعی اسی روز خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

(۲) وشاب نشأ فی عبادۃ اللہ:

میدان محشر میں عرش کے سایہ میں رہنے والا جوان، میدان محشر کی سخت ترین دھوپ اور گرمی میں جن سات قسم کے لوگوں کو عرش کا سایہ حاصل ہوگا ان میں دوسرا آدمی وہ نوجوان مرد خدا ہے، جس نے ابتدائی جوانی سے اپنے مولی اور پروردگار کی عبادت شروع کردی، جوانی کی عبادت اللہ تعالی کو بہت زیادہ پسند ہے:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

جوانی میں عبادت اور توبہ واستغفار پیغمبروں کا طریقہ رہا ہے، ورنہ بڑھاپے میں تو خونخوار بھیڑیا بھی تقوی کا خواب دیکھنے لگتا ہے۔

(۳) ورجل قلبہ معلق فی المساجد:

تیسرا وہ شخص جس کو ہر وقت مسجد میں حاضری کی لو لگی رہتی ہو، یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کو تکبیر اولی کے ساتھ پڑھنے کے لئے اس کا دھیان ہر وقت مسجد کے ساتھ لگا رہا۔

نماز کے انتظار سے نماز کا ثواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بندۂ مومن کو اس وقت تک نماز میں شمار کیا جائے گا جب تک مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا رہے، بشرطیکہ اس کا وضو باقی رہے، حدث لاحق نہ ہو۔ (بخاری شریف)

نماز کا انتظار کرنے والے کے لئے ملائکۂ رحمت کی مغفرت کی دعا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک ملائکہ رحمت تم میں سے کسی کے لئے اس وقت تک رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، جب تک کہ اس کو حدث لاحق نہ ہوجائے، اور ان الفاظ سے دعا کرتے ہیں، اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما۔ (بخاری شریف)

(۴) ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعاعلیہ وتفرقا علیہ:

چوتھا وہ دو مرد (مومن) جن کے باہمی تعلقات اللہ کی محبت کی بنیاد پر ہوں کہ اکٹھے ہوں تو اسی جذبے سے اور جدا ہوں تو اسی جذبہ سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنے مسلمان بھائی سے دوسری بستی میں ملاقات کے لئے روانہ ہوا، اللہ تعالی نے اس شخص کے راستہ پر ایک فرشتے کو بٹھادیا (جب وہ شخص اس فرشتہ کے قریب پہنچا تو) فرشتہ نے اس سے پوچھا تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے، اس شخص نے کہا میں اس بستی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جارہا ہوں، فرشتہ نے پوچھا کیا تمہارا اس پر کوئی حق ہے، جس کو لینے کے لئے جارہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں، میرے جانے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھے اس سے اللہ تعالی کے لئے محبت ہے، فرشتہ نے کہا مجھے اللہ

تعالی نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ جس طرح تم اس بھائی سے محض اللہ تعالی کی وجہ سے محبت کرتے ہو، اللہ بھی تم سے محبت کرتے ہیں۔(مسلم شریف)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنیوالے عرش کے سایہ میں ہوں گے، جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، انبیاء اور شہداء ان کے خاص مرتبہ اور مقام کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل عمل اللہ تعالی کے لئے کسی سے محبت کرنا اور اللہ تعالی کے لئے کسی سے دشمنی کرنا۔(ابوداؤد شریف)

(۵)ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال قال انی اخاف اللہ:

پانچواں وہ مرد جس کو کسی صاحب منصب اور حسین عورت نے پھسلایا مگر اس نے (نہایت غیرت ایمانی کا جذبہ سے اس کی دعوت شہوت کو ٹھکرا دیا اور) کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

پاکدامنی کاایک عجیب واقعہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد تھا وہ خوبصورت نوجوان تھا وہ جس راستہ سے گزرتا تھا تو ایک عورت اسے دیکھتی تھی، اس کے دل میں گناہ کا ارادہ پیدا ہوا، ایک دن اس نے اپنی نوکرانی کے ذریعہ اس کو اپنا ہمراز بنا کر اس نوجوان کو کہلا بھیجا کہ اندر کوئی مریض ہے، آپ اگر اس کو کچھ پڑھ کر دم کردیں تو صحت یاب ہو جائیگا، آپ کو اس کا اجر ملے گا، وہ نوجوان اپنے بھولے پن کی وجہ سے معاملہ کی نزاکت نہ سمجھ سکا، اعتماد کر بیٹھا، جب گھر کے اندر داخل ہوا تو دروازے بند ہو گئے، پھر وہ عورت سامنے آئی بغیر حجاب کے اور اس نے آکر کہا کہ میں تمہیں مدتوں سے دیکھ رہی تھی، آج وقت ملا ایک دوسرے سے ملاپ کا وہ نوجوان سمجھ گیا کہ میں اس وقت مصیبت میں گرفتار ہو گیا، لہٰذا اس نے سوچا کہ کوئی حیلہ ہو اور جان بچے، اس نے کہا کہ مجھے قضائے حاجت کی ضرورت ہے، اس نے بیت الخلاء بتا دیا کہ وہاں پر ہے، یہ نوجوان بیت الخلاء میں گیا اور اپنے بدن اور کپڑوں پر گندگی مل لی جب بیت الخلاء سے باہر نکلا تو اس کے جسم سے بدبو پھیل رہی تھی، اس عورت نے جب دیکھا تو کہا اے گندے انسان چلے جاؤ، میں تمہیں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی، چنانچہ دروازہ کھلا اور یہ نوجوان اپنے ایمان کو بچا کر صحیح سلامت نکل آیا، چنانچہ یہ مدرسہ میں آیا اور غسل خانہ میں غسل کیا اور کپڑے دھوئے اور گیلے کپڑے پہنے درس میں پیچھے آکر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز نے فرمایا ارے تم میں سے آج کون خوشبو لگا کر آیا ہے کہ پورا کمرہ معطر ہے، طلباء خاموش رہے، کئی بار سوال کیا، طلباء خاموش رہے، ایک طالب علم نے کہا کہ فلاں طالب علم سے خوشبو آ رہی ہے، شاہ عبدالعزیز نے جب اس طالب علم سے پوچھا تو نوجوان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور عرض کیا کہ حضرت میں نے خوف خدا کی وجہ سے اپنے بدن اور کپڑوں پر نجاست لگائی تھی، میرا مالک کتنا قدرداں ہے جہاں جہاں نجاست لگی تھی وہیں سے خوشبو آ رہی ہے، سبحان اللہ، چنانچہ یہ نوجوان جب تک زندہ رہا اس کے بدن سے خوشبو آتی رہی، اللہ تعالی اس پاک دامن بندے سے راضی رہے، اور اس کی مغفرت فرمائے۔

(۶)ورجل تصدق بصدقۃ فاخفاھا حتی لاتعلم شمالہ ماتنفق یمینہ:

چھٹا وہ شخص جس نے (اللہ کی رضا کے لئے) کوئی صدقہ کیا اور اس طرح اس کو چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”تین آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ جل شانہ محبوب رکھتے ہیں اور تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ جل جلالہ کو بغض ہے، جن تین آدمیوں کو اللہ جل شانہ محبوب رکھتا ہے ان میں سے ایک وہ شخص ہے کہ کسی مجمع کے پاس کوئی سائل آیا اور محض اللہ کے واسطے سے ان سے سوال کرنے لگا، کوئی قرابت رشتہ داری وغیرہ اس سائل کی ان سے نہ تھی، اس مجمع نے

اس سائل کو کچھ نہ دیا، اس مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور چپکے سے اس سائل کو کچھ دیدیا، جس کی خبر بجز اللہ جل شانہ کے یا اس سائل کے اور کسی کو نہ ہوئی (تو یہ دینے والا شخص اللہ جل شانہ کو بہت محبوب ہے)۔

دوسرا وہ شخص کہ ایک مجمع کہیں سفر میں جارہا ہے، ساری رات چلنے کے بعد جب نیند کا ان پر اتنا غلبہ ہوجائے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ محبوب بن گئی ہوتو وہ مجمع تھوڑی دیر کے لئے سونے لیٹ گیا لیکن ایک شخص ان میں سے کھڑا ہوکر اللہ جل شانہ کے سامنے گڑ گڑانے لگے اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کردے۔

تیسرا وہ شخص کہ کسی جماعت میں جہاد میں شریک تھا وہ جماعت شکست کھا گئی، ان میں سے ایک شخص سینہ سپر ہوکر آگے بڑھا اور شہید ہوگیا یا غالب ہوگیا۔

اور وہ تین شخص جن سے اللہ جل شانہ بغض رکھتے ہیں ایک وہ شخص جو بوڑھا ہوکر بھی زنا میں مبتلا ہو، دوسرا وہ شخص جو فقیر ہوکر بھی تکبر کرے، تیسرا وہ شخص جو مالدار ہوکر ظلم کرے۔ (ترمذی شریف)

(۷) ورجل ذکر اللہ خالیاً ففاضت عیناہ:

ساتواں وہ خدا ترس شخص کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں اشک آلود ہوگئیں۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت فتح بن سعید موصلیؒ کے پاس سے گزرا وہ دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے رو رہے تھے، اور ان کے آنسو، انگلیوں کے بیچ میں سے نیچے گر رہے تھے، اور وہ زرد تھے (یعنی آنسوؤں میں خون کی آمیزش تھی) میں نے ان سے قسم دیکر پوچھا کہ یہ خون کے آنسو کس صدمے سے گرا رہے ہو (خیر تو ہے کیا آفت آگئی) وہ فرمانے لگے کہ اگر تم قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا، ہاں میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کا جو حق مجھ پر تھا اس کو ادا نہیں کیا، میں نے کہا کہ خون کیوں آگیا؟ کہنے لگے کہ اس خوف سے کہ میرا یہ رونا کہیں غیر معتبر اور جھوٹا نہ ہو، وہ شخص کہتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو میں نے انکو خواب میں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا کہ میری مغفرت ہوگئی، میں نے پوچھا کہ تمہارے آنسوؤں کا کیا حشر ہوا، فرمایا کہ تعالیٰ شانہ نے مجھے اپنے قریب فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ آنسو کیسے تھے؟ میں نے عرض کیا اس پر رنج تھا کہ آپ کا جو حق مجھ پر واجب ہے وہ میں ادا نہ کرسکا، ارشاد ہوا کہ خون کیوں تھا میں نے عرض کیا کہ اس خوف سے کہ یہ رونا جھوٹا نہ ہو غیر معتبر نہ ہوجائے، ارشاد ہوا کہ آخر تو اس سب سے کیا چاہتا تھا، میری عزت کی قسم تیرے کراماً کاتبین چالیس سال سے تیرے اعمال کا صحیفہ ایسا لارہے ہیں کہ ان میں کوئی خطا لکھی ہوئی نہیں۔ (فضائل صدقات جلد دوم صفحہ ۴۲۸/۲۹)

خلاصہ:

عرش الٰہی کے سائے میں رہنے والے سات قسم کے انسان:

(۱) امام عادل۔ (انصاف پسند حکمراں یا بادشاہ)

(۲) وہ جوان جس کے شباب کی نشو ونما اللہ کی بندگی کی حالت میں ہوئی۔

(۳) وہ شخص جس کو ہر وقت مساجد ہی میں حاضری کی لو لگی رہتی ہو۔

(۴) وہ مرد مؤمن جن کے باہمی تعلقات اللہ کی محبت کی بنیاد پر ہوں کہ اکٹھے ہوں تو اسی جذبے سے اور جدا ہوں تو اسی جذبے سے۔

(۵) وہ مرد مؤمن جس کو کسی صاحب منصب اور حسین عورت نے پھسلایا مگر اس نے (نہایت غیرت ایمانی کے جذبے سے اس کی دعوت شہوت کو ٹھکرا دیا اور) کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

(۷) وہ شخص جس نے (اللہ کی رضا کے لئے) کوئی صدقہ کیا اور اس طرح اس کو چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

(۷) وہ خدا ترس شخص کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں اشک آلود ہوگئیں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

وتب علينا انك انت التواب الرحيم

احوال وکوائف

مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں
حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی کی تشریف آوری

حافظ عبدالستار عزیزی

خاندان علم اللہی کے چشم وچراغ اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے خلیفہ حضرت مولانا سید بلال عبدالحئی حسنی ندوی مدظلہ العالی مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد کے رئیس وبانی مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی دعوت پر مرکز میں تشریف لائے، ان کے ہمراہ مولانا احسن ندوی بھی تھے، انہوں نے ناشتہ کے بعد حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری کی خدمت میں جانے ارادہ فرمایا، چنانچہ ۱۲/ بجے کے قریب حضرت سے ملاقات کی، حضرت نے ضیافت فرمائی، اس کے بعد وہاں سے تشریف لاکر انہوں نے سب سے پہلے ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں بخاری شریف کا افتتاح کیا، اور بخاری شریف سے متعلق گفتگو کی، کتب احادیث میں بخاری کا کیا مقام ہے، اس پر روشنی ڈالی، پھر امام بخاری نے اس کی ترتیب وتالیف کے سلسلہ میں کن شرائط کو ملحوظ رکھا، ان کو ذکر کیا، اور فرمایا کہ امام بخاری نے ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے غسل کا اور پھر دو رکعت نماز کا اہتمام کیا اور پھر حدیث درج فرمائی، اور امام بخاری کے حافظے کے سلسلہ میں بھی بتلایا کہ اللہ تعالی نے ان کو زبردست حافظہ دیا تھا، اور ان کے ساتھ پیش آیا واقعہ بھی ذکر کیا، جس میں حاسدین نے سو احادیث جو دس آدمیوں نے سند کو الٹ پلٹ کر کے بیان کی تھیں، ان کو غلط بھی ذکر کیا، پھر صحیح بھی صحیح سند کے ساتھ ذکر کیں، بتلایا، جس سے سارے حاسدین دنگ رہ گئے۔

اس طرح امام کے تقوی وطہارت کے سلسلہ میں بھی بیان فرمایا، پھر حدیث پر کلام کیا اور ''انما الاعمال بالنیات'' پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اور حدیث مبارکہ کی دلنشیں تشریح فرمائی، اور اس حدیث کے مختلف نام ذکر کئے، اور ام قیس نام کے آدمی نے جو ہجرت کی تھی جس کی وجہ سے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، یہ واقعہ بھی بتلایا، اور پھر فرمایا کہ اس آدمی کو مہاجر ام قیس بھی کہتے ہیں، اس کے بعد مختصر دعا فرمائی، اس کے بعد کھانا کھایا پھر مرکز میں تشریف لائے اور ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ'' میں ظہر کی نماز کے بعد مرکز کے طلباء کے سامنے ایک جامع خطاب کیا، جس میں انہوں نے کہا کہ قرآن کریم اللہ تبارک وتعالی کا کلام ہے، آپ لوگ اور آپ کے والدین مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ تمہیں قرآن پاک کی تعلیم دلانے کے لئے یہاں بھیجا ہے، اللہ تعالی نے آپ کو یہ سعادت بخشی ہے کہ آپ قرآن مجید یاد کرتے ہیں، قرآن مجید پڑھتے ہیں، یہ بھی فرمایا کہ نیت کا استحضار بھی ہونا چاہئے اور اللہ کی رضا مقصود ہونی چاہئے کہ ہمارا اللہ تعالی سے تعلق ہے، ہم اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، جب ہمارا استحضار ہوگا تو ہمارا ایمان بھی مکمل ہوگا قرآن پڑھنے اور سمجھنے کے لئے ایمان کا ہونا ضروری ہے، ورنہ کتنے لوگ اور مستشرقین ایسے ہیں کہ قرآن پر ریسرچ کرتے ہیں اور دن رات محنت کرتے ہیں لیکن انہیں فائدہ نہیں ہوتا، چونکہ وہ ایمان سے خالی ہیں۔

شعبہ انگریزی کے فضلاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ بھی قرآن کریم ہی کے لئے انگریزی سیکھ رہے ہیں، اس لئے نیت صحیح رکھیں اور دعوت کے مقصد سے انگریزی سیکھنے کا یہ عمل بھی قرآن کریم سیکھنے کا ہی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ'' تو آپ لوگ جو قرآن کو پڑھنے پڑھانے والے ہیں، آپ لوگوں کے لئے خوشخبری اور بشارت ہے، خیر کی اور اچھا ہونے کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے، اس لئے میرے عزیزو! قرآن کو محنت سے پڑھو، یہ مدارس اسلامیہ اور علماء کرام جہاں بھی دین کا کام کررہے ہیں اللہ تعالی ان کی حفاظت فرمائے، نبی کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت انہی مدارس سے ممکن ہوسکتی ہے ورنہ مغربیت پسند اور زیغ وضلال قسم کے لوگ اس دین کے مٹانے کے درپے ہیں، اللہ تعالی مدارس ومکاتب کی حفاظت فرمائے اور قرآن شریف کو سمجھ کر ایمان کیساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد کچھ دیر قیام فرمایا، بعض مدارس کے علماء کرام کو اطلاع ہوگئی تھی، وہ حضرات بھی مولانا سے ملاقات کے لئے تشریف لے آئے، پونے چار بجے آپ سہارنپور کے لئے روانہ ہوئے جہاں سے پونے پانچ بجے نوچندی ایکسپریس سے رائے بریلی کیلئے روانہ ہوگئے۔

❁❁❁❁❁

صدقہ جاریہ میں حصہ لیجئے!

مدرسہ کے مطبخ کی تعمیر جدید

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد میں قدیم مطبخ کے بوسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی عمارت کو منہدم کرنا پڑا، جس کو اب نئے سرے تعمیر کیا جارہا ہے، جس کا اسٹمیٹ تقریباً ساڑھے چار لاکھ روپئے ہے، جس کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے، اس لئے اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ اس کار خیر میں جزوی طور پر یا مکمل طور پر جس طرح بھی ممکن ہو حصہ لیجئے، اللہ تعالی معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے گا۔

اپیل کنندہ:

محمد مسعود عزیزی ندوی، ناظم مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

Markazu Ihyil Fikril Islami
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129(U.P)INDIA.
E.mail : masood_azizinadwi@yahoo.co.in -www. mifiin.org
Markazu Ihyail Fikril Islami A/C No. 30416183580,S.B.I

رابطہ کیلئے: 9719831058
9758530623